

قطب سوات

شیخ المشائخ

حضرت انخوند عبد الغفور صاحب سوات

مجاہد و غازی، شیخ طریقت

۱۲۰۹ھ ————— ۱۲۹۵ھ

تحریر: سید نفیس الحسینی

ناشر

سید احمد شہید کنگری

نفیس منزل کریم پارک راوی روڈ لاہور

قطب السوات

شیخ المشائخ

حضرت انور عبدالغفور صاحب سوات

مجاہد وغازی، شیخ طریقت

۱۲۰۹ھ ————— ۱۲۹۵ھ

تحریر: سید نفیس الحسینی

ناشر

سید احمد شہید، سید کمال علی

نفیس منزل کریم پارک راوی روڈ لاہور

قطب سوات

شیخ المشائخ

حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات

مجاہد و غازی، شیخ طریقت

۱۲۰۹ھ ————— ۱۲۹۵ھ

تحریر: سید نفیس حسین

قطب العارفین غازی اسلام حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۰۹ھ میں ہوئی، آپ تیرھویں صدی ہجری کے رجال عظیم میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ایک صاحب فیض و تاثیر شیخ خانقاہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک صاحب شمشیر و علم مجاہد اسلام بھی تھے۔ آپ کی حیات مبارک جہاد بالسیف اور جہاد بالنفس کا عظیم الشان مرقع تھی۔ آپ امیر المؤمنین، امام المجاہدین، مجدد الاسلام حضرت سید احمد شہید (ش ۱۲۲۶ھ) کے معاصرین میں سے تھے۔ ابتدا میں اُن کے بعض خفیہ جنگی مشوروں میں بھی شریک رہے۔ حضرت سید صاحب کی شہادت کے بعد اُن کی جماعت مجاہدین کے شانہ بشانہ فرنگی فوج سے برسہا برس پیکار رہے اور میدان جنگ میں اُس کے دانت کھٹے کر دیے۔ جنگ امید ۱۲۶۳ھ میں آپ کے کارہائے نمایاں تاریخ صریح کا سنہری باب ہیں۔

حضرت اخوند صاحب حضرت خواجہ محمد شعیب تور ڈھیری کے خلیفہ عظیم تھے جنہوں نے ۱۲۳۸ھ میں سکھوں کی فوج سے لڑتے ہوئے میدان جہاد میں جام شہادت نوش کیا تھا۔ لہذا ذوق جہاد و سرفروشی مشہور عالی مقام ہی سے پایا تھا۔ بعد میں حضرت سید احمد شہید کی صحبت بابرکت میسر آئی تو وہ سونے پر سہاگے کا کام لگئی۔ حضرت خواجہ محمد شعیب کی شہادت کے بعد آپ نے دریائے سندھ کے کنارے ایک چھوٹے سے گاؤں "بیکٹی" میں سکونت اختیار فرمائی جو قلعہ ہنڈ کے پاس واقع تھا۔ مسلسل بارہ سال تک آپ وہاں زہد و ریاضت میں مشغول رہے، اسی زمانے میں حضرت سید احمد شہید کا ورود مسعود اس علاقے میں ہوا۔ حضرت اخوند

صاحب بھی ان کے کمالاتِ عرفانی سے متاثر ہو کر ان کے دامنِ صحبت سے وابستہ ہوئے حتیٰ کہ خاصانِ بارگاہ میں شامل ہو گئے اور جہاد کے خفیہ مشوروں میں شریک ہونے لگے۔ خادے خان رئیس ہند بھی جو حضرت اخوند صاحب سے عقیدت رکھتا تھا، حضرت سید احمد شہید کی خدمت میں مخلصانہ حاضر ہونے لگا۔

جب حضرت سید احمد شہید نے سکھوں کے خلاف قلعہ اٹک پر حملے کا خفیہ پروگرام بنایا تو حضرت اخوند صاحب اس مشورہ میں شامل تھے۔ انھوں نے خان ہند کو حضرت سید صاحب کا مخلص سمجھتے ہوئے یہ راز بتا دیا۔ لیکن خان ہند بد طینت آدمی تھا، اُس نے لالچ میں آ کر سکھوں کو قبل از وقت خبردار کر دیا۔ اٹک کے جو مسلمان شہر اور قلعے کو مجاہدین کے حوالے کر دینے کی تیاریوں میں شریک تھے، انھیں خوفناک سنائیں جھیلنی پریں اور پنجاب پر کامیاب اقدام کی سیکم ابتدائی مراحل ہی میں ناکام ہو گئی۔ حضرت اخوند صاحب خادے خان کی غداری سے ایسے بد دل ہوئے کہ بیکٹی کی سکونت ترک فرمادی اور کسی دوسرے مقام پر چلے گئے اور ایک عرصہ تک بھل گوشہ نشین رہے۔

۱۲۵۱ھ میں حضرت اخوند صاحب نے امیر دوست محمد خان والی کابل کے شانہ بشانہ شیخان ۶۱۸۳۵

کے مقام پر سکھوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ اس جہاد کے بعد آپ وادئی سوات میں رونق افروز ہوئے اور موضع سپل بانڈی میں قیام فرمایا۔

۱۲۶۱ھ میں سپل بانڈی کو چھوڑ کر آپ نے سیدو میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ سیدو شریف میں مقیم ہونے کے بعد آپ کی شہرت صوبہ سرحد اور افغانستان کے حدود اور سرحدوں سے بھی آگے بڑھ کر ایران، عراق اور شام تک پہنچ گئی۔ دُور دراز کے قبائلی علاقوں سے اب ہر قبیلے کے لوگ جوق در جوق سیدو شریف میں آنے لگے۔ نہایت قبیل عرصہ میں آپ نے سوات کو جہل اور بدعت کی آلائشوں سے پاک کر دیا۔ خلاق اصلاح کا سلسلہ سوات میں شروع ہو گیا۔ (تاریخ سوات، ص ۷۹)

تجدیدِ دین اور ٹیچانوں کی اخلاقی اصلاح کے ساتھ ساتھ اخوند صاحب استبداد کے اس عالمگیر سیلاب کی تباہ کاریوں سے بھی غافل نہیں تھے۔ جو انگریزی حکومت کے رُوپ میں سارے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے اب آزاد قبائلی علاقے کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔ ۱۲۶۶ھ میں جب انگریزوں نے پشاور پر بھی قبضہ کر لیا تو حضرت اخوند صاحب کو سوات اور ملحقہ علاقوں کے بچاؤ کی فکر دامن گیر ہوئی۔

آزادی اور تہذیب کے تحفظ کی خاطر آپ نے ایک مضبوط شرعی حکومت قائم کرنے کی کوششیں شروع کیں چنانچہ مسلسل جدوجہد کے بعد آپ نے سوات اور بونیر کے عمائدین کا ایک اجلاس سید و شریفین میں طلب فرمایا اس اجلاس میں دیر اور باجوڑ کے سرکردہ افراد بھی موجود تھے۔ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”آپ لوگوں کو آنے والے خطرات سے فافل نہیں ہونا چاہیے، شرعی حکومت کا قیام ایک وقتی ضرورت ہی نہیں بلکہ یہ تو ایک قومی اور مذہبی فریضہ بھی ہے۔ برٹش اقتدار کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم منظم اور متحد ہو جائیں، ہمیں اپنے خانگی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر متحد ہونا چاہیے اور دشمن کے مقابلے میں ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننا چاہیے۔ ان اغراض و مقاصد کے لیے ہمارے پاس شرعی حکومت سے عمدہ ذریعہ اور کوئی نہیں ہے جس کے ذریعے ہم متحد ہو کر اپنا تحفظ کر سکیں۔“

یاد رکھو! اگر اس موقع پر آپ لوگوں نے ذرا سی بھی غفلت کی تو پھر غلامی مقدر ہو چکی ہے اور اس سیاہ دیو کا لقمہ بننے سے پھر ہم بچ نہیں سکتے۔ ہمیں اپنے اعمال اور کردار کو بالکل اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہیے، خداوند کریم ہمارے ساتھ ہے۔“

آپ کی تقریر ایسی موثر اور کارگر ثابت ہوئی کہ یوسف زئی حواین اور عمائدین فوراً شرعی حکومت کے قائم کرنے کے لیے متفق ہو گئے۔

امیر شریعت کے انتخاب کا مسند بیچیدہ تھا۔ ان لوگوں نے اخوند صاحب سوات کو خود یہ منصب سنبھالنے کو کہا لیکن آپ نے فرمایا کہ عزیزو، میری جدوجہد اس مطلب کے لیے نہیں کہ میں خود امیر بن جاؤں چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ نے ضلع ہزارہ کے موضع ستھانہ کے سید اکبر شاہ صاحب کا نام پیش کیا۔ سید اکبر شاہ سے بھی یہ لوگ واقف تھے، ان کی قابلیت اور خاندانی تقدس مسلمہ تھی۔ سید اکبر شاہ مشہور صوفی بزرگ سید علی ترمذی، مشہور پیر بابا کی نسل سے تھے، نیز ان کے دادا سید زمان شاہ بھی اپنے وقت کے مشہور صوفی اور عابد تھے، خاندانی خصوصیات کے علاوہ خود ان کی شخصیت بھی قابل میں جانی پہچانی تھی، سید اکبر شاہ کافی عرصہ حضرت سید احمد ربیوی کے معتمد خصوصی رہ چکے تھے، لہذا ایک مدبر سیاستدان بھی

تھے۔ چنانچہ سید اکبر شاہ کو ہی امیر شریعت منتخب کیا گیا۔ صاحب سوات نے خود سب سے اول سید اکبر شاہ کی بیعت کی، موضع غالیگی کو دار الخلافہ قرار دیا گیا۔ اس طرح حضرت صاحب سوات کی جدوجہد سے سوات کی پہلی شرعی حکومت قائم ہو گئی۔

۱۔ سیرۃ سید احمد شہید میں سید اکبر شاہ صاحب کا تعارف حسب ذیل ہے:

سید اکبر شاہ ابن سید شاہ گل ابن سید ذناسن شاہ، سید علی ترندچی غوث بغیر کی اولاد میں سے تھے۔ بچپنی اور ہزارے کا بڑا حصہ ان کے خاندان کا معتقد اور مخلص تھا اور ان کی قابض ہزارے کے سات ات اور وہاں کے خواتین دروسا برنامدار میں تھیں۔ یہ خاندان سخاوت، شجاعت، اخلاص و لقمیت اور استقامت و استقلال میں سارے علاقے میں ممتاز تھا۔ سید صاحب اور ان کی دعوت و تحریک کے ساتھ اس خاندان نے اخیر تک فادری اور شیفتگی اور ایثار و قربانی کا ایسا ثبوت دیا جس کی نظیر صوبہ سرحد کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ منظورۃ السعداء میں ہے:

"اخلاق کریمہ اس سادات خصوصاً سید اکبر شاہ بیرون از بیان است۔ اخلاص

وفا از ابتداء تا انتہا کیسا نمودند۔"

وقائع میں ہے:

"سید اکبر شاہ کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کا بیان کہاں تک کروں؟ جس نے ان کو دیکھا ہے اور ان کی صحبت اٹھائی ہے وہ ہی خوب واقف ہے کہ ایسا خوش خلق، خندہ رو، کشادہ پیشانی، حلیم الطبع، سلیم المزاج، سخی اور شجاع، صاحب تدبیر، صاف دل، راست گفتار اور حضرت علیہ الرحمہ کا مخلص بے ریا اور محبت باوفا اور معتقد صادق کوئی رئیس اس ولایت میں نہ تھا۔"

سید صاحب کی شہادت اور بالاکوٹ کے معرکے کے بعد پھر استخوانہ مجاہدین کی پناہ گاہ اور سارے ہندوستان میں جہاد و دعوت کا صدر مقام تھا اور یہی سادات استخوانہ ان عالی حوصلہ مجاہدین اور غریب الوطن مہاجرین کے اعوان و انصار تھے۔ *وَجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِمْ* الخ (حاشیہ ص ۱۶۵)

سید موصوف چھ بھائی تھے، سید اعظم، سید اکبر، سید عمر، سید عمران، سید اصغر، سید مدار۔ یہ سب اور ان کی والدہ بھی حضرت امیر المؤمنین سید احمد شہید سے تعلق بیعت و ارادت رکھتے تھے۔

(سیرۃ سید احمد شہید ص ۱۶۶ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

افسوس کہ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء سے صرف ایک سال پہلے ۱۸۵۶ء میں سید اکبر شاہ صاحب کی وفات پر سوات کی شرعی حکومت ختم ہو گئی۔ ایک انگریز مصنف سر ہربرٹ ایڈورڈ لکھتا ہے:

”اگر سوات کی شرعی حکومت اور مجاہدین قبائل کا سربراہ سید اکبر شاہ زندہ ہوتا تو ۱۸۵۷ء کی جنگ کا نقشہ کچھ اور ہوتا۔“

(تاریخ سوات ص ۸۰ تا ۸۲)

جنگِ اہلبیلہ | ستھانہ حضرت سید احمد شہید اور ان کے مجاہدین کا اہم مرکز تھا اور سادات ستھانہ مجاہدین سے وابستہ تھے، انگریز، مجاہدین کے مراکز پنجتار، ستھانہ اور گل تھالے کو تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے، جب سادات ستھانہ اور اتمان زیوں میں اختلاف پیدا ہوا اور سادات کے سرکردہ سید عمر شاہ شہید ہوئے تو سادات نے ملکا کو اپنا مرکز بنالیا۔ یہ مقام ستھانہ سے ۳۵ میل کے فاصلے پر ہے۔ مجاہدین بھی ملکا کو محفوظ مقام سمجھ کر وہیں پہنچ گئے۔ مولانا عبداللہ امیر المجاہدین تھے، سید عمر شاہ کے بعد ان کے بھتیجے سید مبارک شاہ سادات ستھانہ کے قائد قرار پائے اتمان زیوں نے انگریزی حکومت کو حالات سے باخبر کر دیا، انگریزوں نے مجاہدین و سادات کے اس مرکز کو تاخت و تاراج کرنے کا منصوبہ بنایا، ادھر سادات اور مجاہدین نے بھی مل کر مدافعت کا پورا پورا انتظام کیا اور جہاد کا اعلان عام کر دیا۔ (تذکرہ صوفیانے سرحد، ص ۵۵۵ بحوالہ کتاب یوسف زئی ص ۲۲۵)

۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء میں جب ضلع مردان کے جنوبی علاقوں میں انگریزی فوج نے نفل و حرکت شروع کی تو امیر المجاہدین مولانا عبداللہ صاحب نے ضلع مردان کے سرکردہ خوانین کو خطوط لکھ کر اس خطرے سے خبردار کیا اسی سلسلے میں ایک خط حضرت اخوند صاحب سوات کی خدمت میں بھی بھیجا گیا، جس میں آپ کی بزرگانہ عظمت اور دینداری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا گیا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں فضیلت اور بڑی عطا کی ہے، فرنگی جنگ کے ارادے سے فوج کے ساتھ ہماری طرف آرہے ہیں، ان کا ارادہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کا ہے۔ در بند، تربلیہ اور اٹب میں ان کے لشکر موجود ہیں، بہت سے خوانین اور روسا فرنگیوں کے ساتھ اپنے اضلاس کا اظہار کر رہے ہیں، ان حالات میں مسلمانوں کی حمایت و رفاقت نہ صرف آپ پر بلکہ تمام کلمہ گو یوں اور دین حق کے خیر خواہوں پر فرض ہے۔ آپ کو چاہیے کہ رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے دین کی خاطر شاہزادہ مبارک شاہ کی حمایت کریں۔ دین کی عزت کا پاس مومنوں کے لیے زیبا ہے۔ خدا کی بارگاہ سے اس نیکی کی جزا ملے گی۔ اگر مسلمان دین کی عزت کا پاس نہ کریں گے تو دشمنوں کے ہاتھ سے سخت تکلیفیں اٹھائیں گے۔

حضرت اخوند صاحب نے یہ مکتوب پڑھ کر فرمایا۔ اس وقت بے شک مذہبی جنگ درپیش ہے، شاہزادہ مبارک شاہ مومنوں کا سردار ہے، امارت اس کی مسلم ہے اور سادات پہلے ہی سے سرداری کے منصب پر فائز چلے آتے ہیں۔ (سرگذشت مجاہدین ص ۳۲۵، ۳۲۶)

۱۸ اکتوبر ۱۸۶۳ء (۱۲۸۰ھ) کو جنگ ابدیلہ کا آغاز ہوا، جنرل چیمبرلین انگریزی فوجوں کا سپہ سالار تھا۔ مجاہدین بڑی جانبازی، شجاعت اور بہادری کے ساتھ لڑے، مجاہدین اور انگریزی فوجوں میں دس بارہ معرکے بڑے زور کے ہوئے۔ حضرت اخوند صاحب کو اس جنگ کی اطلاع خط کے ذریعے سے پہلے ہی دی جا چکی تھی، انھوں نے اپنے علاقے میں جہاد کا اعلان عام کر دیا اور اپنے معتقدین کو حکم دیا کہ ہر شخص ہتھیار اور کھانے پینے کا سامان لے کر فوراً میدان جنگ میں پہنچ جائے۔ اخوند صاحب نے سید شریف سے روانہ ہو کر سنگورہ میں قیام کیا اور وہاں نماز جمعہ کے بعد ایک خطبہ دیتے ہوئے جہاد کی اہمیت اور فضائل بیان کیے اور اسی خطبے میں اعلان کیا کہ اگر انگریز اس علاقے پر قابض ہو گئے تو میں اس ملک کو چھوڑ کر ہجرت کر جاؤں گا۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵)

انگریزوں کو سب سے بڑھ کر اندیشہ یہ تھا کہ کہیں اخوند صاحب سوات مجاہدین کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ ہو جائیں۔ بونیر و سوات یا دوسرے خطوں اور میدانی علاقے میں ان کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا۔ اخوند صاحب ہمہ گیر قبائلی ہیجان کو دیکھ کر ناسوش نہ بیٹھ سکتے تھے۔ چنانچہ وہ بھی موقع پر پہنچ گئے اور ان کی وجہ سے قبائلی جوش و خروش میں مزید شدی اور تیزی پیدا ہو گئی۔ (سرگذشت مجاہدین ص ۳۳)

مجاہدین اور انگریزی فوجوں کے درمیان تین معرکے ہو چکے تھے کہ حضرت اخوند صاحب نے ۲۶ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو چار ہزار پیادہ سرفروش غازیوں اور ایک سو بیس سواروں کے دستے کے ساتھ محاذ جنگ

ابیلہ پہنچ کر وہاں کی مسجد میں قیام فرمایا۔ امیر المجاہدین مولانا عبداللہ صاحب اور شہزادہ مبارک شاہ صاحب نے آپ سے مسجد میں ملاقات کی۔ جماعت مجاہدین کے عقائد کے بارے میں انگریزوں اور ان کے بڑے حامیوں نے پورے علاقے میں چونکہ بہت گمراہ کن پروپیگنڈا کر رکھا تھا، اس لیے امیر المجاہدین مولانا عبداللہ نے اخوند صاحب سے ملاقات کرتے ہی نہایت دلفکاری سے عرض کیا کہ سب سے پہلے آپ میرے عقائد سن لیجئے تاکہ میرے مدد سبب کی حقیقت آپ پر واضح ہو جائے، ان کے عقائد سن لینے کے بعد اخوند صاحب نے فرمایا کہ اب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، میں آپ کو اپنا فرزند سمجھتا ہوں اور بروقت آپ کا خیر خواہ ہوں۔ پھر محبت سے گلے لگا کر فرمایا کہ آج میرے اور آپ کے ناموس پر حملہ ہوا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم مل کر انگریزوں سے لڑیں۔ (تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵۷)

انگریزوں نے مجاہدین کے عزم و استقلال کو دیکھ کر محسوس کر لیا کہ مجاہدین سے توپ و تفنگ سے مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا انھوں نے مکاری، فریب اور پھوٹ ڈالنے کے حربوں سے کام لینا شروع کیا۔ انھوں نے باجوڑ، دیر اور بونیر کے خوانین کو خرید لیا، ان کے قبائلیوں نے ہمت ہار دی اور واپس جانے لگے۔ اسی اثنا میں انگریز کیشنر نے ایک خط میں حضرت اخوند صاحب کو بھی لکھا کہ "آپ کیوں ناحق لوگوں کو قتل کر رہے ہیں۔ برطانیہ کی طاقت بہت بڑی ہے، یہ لوگ ان کے نئے آلات حرب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ درویش ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ گوشہ نشینی اختیار فرمائیں، ہم تو صرف مجاہدین کو ملکا سے نکالنا چاہتے ہیں۔"

حضرت اخوند صاحب نے کیشنر کو جواب میں لکھا کہ "بے شک آپ قوی ہیں لیکن آپ سے بھی یادہ ایک قوی اور منصف ہستی موجود ہے جس نے اصحاب فیل کو ابا بلیوں سے تباہ کر لیا، فرعون کو غرق کیا، نمرود کو تھپڑ سے ہلاک کر لیا، بلاشبہ میں فقیر ہوں، آپ کیوں بار بار فقروں پر چڑھائی کرتے ہیں۔ یہ طرز عمل آپ کی حکومت کی شان کے خلاف ہے۔" (تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۵۵۸)

۲۳ دسمبر ۱۸۶۳ء کو انگریزی فوج اور مجاہدین کے درمیان ایک خونریز معرکہ ہوا لیکن باجوڑ، دیر، اور بونیر کے خوانین کی بے وفائی سے انگریزوں کو تقویت حاصل ہو گئی اور وہ شکست فاش سے بچ گئے۔ اسی جنگ میں بظاہر ان کا پتہ بھاری نظر آ رہا تھا۔ انگریزوں نے کئی بار حضرت اخوند صاحب کو ہتھیار ڈالنے

کے پیغام بھیجے لیکن آپ نے برابر انکار کیا اور فرمایا:

”ہم تو خدا کی راہ میں جہاد کرنے نکلے ہیں لہذا شہید ہو جائیں گے۔ ہمارے لیے شہادت سے زیادہ کوئی سعادت ہی نہیں ہے، ہم ملک گیری یا دنیاوی مفاد کے لیے نہیں لڑتے، اپنے وطن کی حفاظت اور فطری حق آزادی کے تحفظ کے لیے لڑنا تو ہمارا فرض ہے، خدا ہمارے ساتھ ہے۔“

انوند صاحب ایک چٹان پر مورچہ بنائے ہوئے اس میں تشریف فرما تھے۔ اہلیہ کے محاذ پر ہندوستانی مجاہدین اور چند عقیدہ مند صاحب سوات کے گرد حلقہ باندھے ہوئے بے سرو سامانی کے عالم میں لڑ رہے تھے۔ اس معرکہ میں جانناز مجاہدین انجام سے بے نیاز ہو کر پوری بے جگری اور مردانگی سے برٹش فوجوں کا مقابلہ کر رہے تھے، قبائلی پٹھانوں نے بے سرو سامانی کے عالم میں گوریلا جنگ کے وہ جوہر دکھائے کہ انگریزوں کا فاتحانہ غرور خاک میں مل گیا، پہلے حملے میں برطانوی فوج جو تربیت یافتہ تھی اور ہر قسم کے جدید اسلحہ سے لیس تھی، ایسی سُنہ کی کھانی پڑی کہ بقول ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر ”آگے بڑھنا ناممکن تھا اور پیچھے ہٹنا شکست سے بدتر۔“ (تاریخ سوات، محمد آصف خان، ص ۸۳ تا ۹۳ ملخصاً)

مجاہدین اگرچہ دشمن کے مقابلے پر بہت تھوڑے تھے تاہم وہ سیدہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح استوار کھڑے تھے، انگریزی فوجیں نمودار ہوئیں تو مجاہدین نے پہلے ایک باڑ ماری پھر ہر طرف سے توپیں اور بندو قیں آگ اگنے لگیں، پورا میدان دھوئیں سے تیرہ و تار ہو گیا، مجاہدین نے تلواریں غلم کیں اور دشمن پر ٹوٹ پڑے ان کی مثال وہی تھی جیسے پروانے شمع پر گرتے ہیں۔

بہر حال مجاہدین نے راہ حق میں اس طرح جانیں دیں کہ انوند صاحب سوات کو تل پر بیٹھے اس منظر کی تاب نہ لاسکے اور بے قراری سے ادھر ادھر دوڑنے لگے، ہر ایک سے کہتے کہ جاؤ کہ ان بہادروں کی امداد کرو، کبھی ہاتھ اٹھا کر دُعا کرتے:

الہی بدہ فتح اسلام را
کمن غرق خصم بد پنج مر را

مجاہدین سب کے سب شہادت سے سرفراز ہوئے، مجاہدین نے اپنے خونِ حیات سے امید

کے میدان میں جو نقش مرتسم کیا وہ زمانے کی گردش سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا اور انشا اللہ اقیامت محفوظ رہے گا۔

سرگزشت مجاہدین اعلیٰ مہر ۳۳۰، ۳۱۴

”غزائے بونیر قلمی از مولانا عبدالحق ص ۱۳۸ تا ۱۴۲“

اس جنگ میں تین ہزار مجاہدین نے بے مہاشادت نوش کیا۔ ناقابل تسخیر صورت حال دیکھ کر ۲۶ دسمبر ۱۸۶۳ء کو انگریزوں نے مجبوراً صلح کی درخواست پیش کی جسے اخوند صاحب نے مصلحت وقت کے تحت اس شرط پر قبول کر لیا کہ انگریزی فوج فوراً واپس چلی جائے۔ حضرت اخوند صاحب کے مجاہدانہ استقلال اور سرفروشی کے مضبوط عزائم نے بالآخر انگریزی فوج کو سوات اور بونیر کی سرحدوں سے نامراد واپس چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ ابدیدہ کی اس لڑائی کے بعد انگریزوں کو پھر کبھی یہ ہمت نہ ہوئی کہ سوات اور بونیر کی تسخیر کے لیے فوج کشی کریں۔

مؤلف تاریخ سوات لکھتے ہیں :

”اگرچہ انگریزی فوج نامراد واپس ہوئی لیکن بونیر والوں کی غداری کی وجہ سے صاحب سوات ان سے کچھ افسردہ خاطر ہو گئے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ”اگر بونیر والے غداری نہ کرتے تو انگریزوں کا انجام کچھ اور ہوتا“ ص ۹۱

حضرت اخوند صاحب سوات کی حیات مبارک پر امام المجاہدین حضرت سید احمد شہید اور ان کی جماعت مجاہدین کے جذبہ جہاد اور ذوق عمل کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

مؤلف تاریخ سوات نے صاحب سوات کی زندگی کے جو پانچ مقاصد بیان کیے ہیں ان سے

اس کی تائید و تصدیق ہوتی ہے، وہ پانچ مقاصد حسب ذیل ہیں :

(۱) تجدید دین اسلام اور پٹھانوں کی اخلاقی اصلاح۔

(۲) جہل برعات اور باطل رسومات کا انہاد۔

۳) سوات اور بونیر کے لیے حکومت الہیہ کا قیام۔

(۴) سوات اور بونیر کو انگریزی سیلاب سے بچانا۔

(۵) صوبہ سرحد کو انگریزی تسلط سے آزاد کرانا۔

اس میں شک نہیں کہ آپ زندگی کے مذکورہ اول چار مقاصد میں کامیاب بھی ہوئے۔
مؤخر الذکر کی تکمیل کے لیے تیاریوں میں مصروف ہی تھے کہ دنیا سے کوچ کرنے کا وقت آگیا اور اگر زندگی
وفا کرتی تو آپ امیر شیر علی خاں (والی کابل) سے مل کر انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنے والے تھے۔^{۹۸}

۴، محرم الحرام ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۷۷ء کو چوراسی سال کے شب و روز گزار کر
زُبد و شجاعت کا یہ آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء کرام بھی جذبہ جہاد سے سرشار رہے۔ انہوں نے انگریزوں
کے خلاف علم جہاد بند کیے رکھا۔ مولانا نجم الدین ہڈے ملا (م ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء) اور مولانا عبدالوہاب صاحب
پیرمانکی شریف (م ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء) اس سلسلے میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت ہڈے ملا اپنے مُرشد
گرامی کے وصال کے بعد ۱۸۷۷ء سے ۱۹۰۱ء تک تقریباً پچیس سال تک ان تمام لڑائیوں میں شریک رہے
جو انگریزوں اور قبائلی مسلمانوں کے درمیان ہوئیں۔ پیرمانکی صاحب حضرت اخوند صاحب کے ہمراہ جنگ اسید
میں شریک تھے۔ حضرت ہڈے ملا کے سلسلے میں حاجی فضل واحد صاحب ترنگزئی (م ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء) کا نام نامی
بہت ممتاز ہے، حاجی صاحب ترنگزئی نے بھی جہاد کی روایت کو قائم رکھا اور عمر بھر انگریزوں کے خلاف
لڑتے رہے اور ایک مُجاہد اسلام کی زندگی بسر کی۔ برصغیر کی مشہور تحریک ریشمی رومال کے بھی آپ سرگرم
کارکن اور مُجاہد تھے۔ امیر تحریک حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب سے باقاعدہ آپ کا رابطہ اور راز
نیاز تھا۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور سدا کی ملا صاحب دونوں کا تعلق حضرت شیخ الہند کی تحریک کے ساتھ تھا۔
حضرت شیخ الہند کے زمانہ اسارتِ مالٹا میں تحریک ریشمی رومال کے قائد و امیر قطب ربانی
حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رپوری قدس سرہ (م ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء) کے مُرشد اول حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری
بھی حضرت اخوند صاحب سوات کے خلفاء عظام میں سے تھے۔

ملاوہ ازیں حضرت اخوند صاحب سوات کے چند مشہور خلفاء یہ ہیں

(۱) حضرت شیخ الحاج شاہ عبدالرحیم سہارنپوری (۳) حضرت مولانا نجم الدین المعروف ہڈے ملا

(۲) حضرت مولانا عبدالوہاب پیر صاحب مانکی شریف (۴) حضرت مولانا قاضی سلطان محمود آوان شریف

(۵) حضرت مولانا الحاج ولی اللہ عرف تیرہ ملاں (۶) حضرت مولانا فیض صاحب المروف اخوند زادہ مھٹی

(۷) حضرت مولانا حمید اللہ صاحب عرف اسوٹا بابا

شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری قدس سرہ

تحریر: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

حضرت میاں صاحب سرساده ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے، اگر یہ (غاندانی روایت) صحیح ہے کہ ۱۸۹ سال کی عمر میں وفات ہوئی تو ولادت ۱۲۱۲ھ میں ہوئی ہوگی، حضرت رائیپوری حضرت میاں صاحب کے نہایت دل آویز اور بڑے رفیع حالات سناتے تھے، ان کی مدد سے ان کا ایک مختصر سا تذکرہ اور تعارف مرتب ہو سکتا ہے۔

فرماتے تھے کہ میاں صاحب حضرت حاجی اخوند صاحب سوات کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی، حاجی صاحب نے بیعت فرمایا اور شرط کی کہ انگریزوں کی نوکری نہیں کرو گے ورنہ بیعت شکست ہو جائے گی، وہ بیعت کر کے چلے آئے لیکن بعض حالات ایسے پیش آئے کہ انہوں نے نوکری کر لی پھر جب سید و شریف حاضر ہوئے، اخوند صاحب نے آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ جا تو ہمارے کام کا نہیں رہا، آپ پندرہ روز تک وہاں روتے رہے، اخوند صاحب نے بلوا کر دوبارہ اسی شرط پر بیعت لی اور وہیں کے ہو جانے وہاں سید و شریف میں ایک غار میں معمولات پورے فرماتے تھے، ایک روز اس غار کے اوپر اس چٹان پر شیشہ آکر بولنے لگا، اس کی آواز سے پہاڑ کی چوٹی سے پتھر گرنے لگے، فرماتے تھے ذرا سکون میں فرق آیا، پھر اپنا ذکر اسی قوت سے شروع کر دیا، بڑے قوی نسبت اور صاحب کشف و تصرف بزرگ تھے، اٹھنا بیٹھنا شکل تھا، اس کے باوجود روزانہ سو رکعتیں نفل پڑھا کرتے تھے، خادم کھڑا کر دیتے تھے، آپ نفل پڑھنے لگتے اور اٹھنے بیٹھنے میں کوئی وقت نہیں ہوتی تھی، کشف کا یہ حال تھا کہ مزار صاحب کی شہرت اور دعوے سے بہت دن پہلے حکیم نور الدین صاحب مہاراجہ جتوں کی صحت کے لیے دعا کرنے کے لیے آئے، فرمایا تمہارا نام نور الدین ہے حکیم صاحب نے کہا ہاں فرمایا علاقہ قادیان میں ایک غلام احمد پیدا ہوا ہے جو کچھ عرصہ کے بعد ایسے دعوت کریگا جو انٹھانے بامیں کے نہ رکھے جائیں گے، تم اس کے مصاحب لکھے ہوئے ہو، حکیم صاحب نے استعجاب کا اظہار کیا تو فرمایا کبھی کبھنے کی عادت ہے اور مناظرہ کا شوق ہے، یہی عادت تم کو وہاں لے جائے گی، باوجود کشف و رسالت و علوئے تبت کے مزاج میں بہت تواضع اور سکنت تھی، فرماتے تھے کہ جب میں بازار سے گزرتا ہوں اور لوگ سلام کرتے ہیں تو گھٹروں پانی پڑ جاتا ہے، نہامت میں ڈوب جاتا ہوں، انتقال بھی

عجیب طریقہ سے ہوا، ایک دن گھر سے خوشدامن صاحب نے آواز دی کہ میاں صاحب رقیۃ (چھوٹی بچی) روٹھی ہوئی ہے اُس کو مناؤ، فرمایا کیسی رقیۃ اور کس کی رقیۃ، ہم نے اپنے روٹھے کو منایا، یہ کہہ کر ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا، کر دیا اور سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب راپوریؒ مدرسہ مظاہر العلوم میں تعلیم حاصل کرتے تھے، ابتداء سے بزرگوں سے عقیدت اور ان کی صحبت میں بیٹھنے کا شوق تھا، میاں صاحب کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے، میاں صاحب کو بھی بڑی نظر عنایت تھی، ایک روز فرمایا امیرت چاند تجھے بیعت ہی کر لوں، کچھ عرصہ کے بعد اجازت بھی مرحمت فرمائی،

مولانا عبداللہ شاہ صاحب کزنائی تعلیماتِ رحیمی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت پیر و مرشد (حضرت میاں صاحب سہارنپوری) بدرجہ عنایت تتبع سنت اور محترز از بیعت تھے، کسی عرس اور محفلِ رقص و سرود و شعر خوانی میں شریک نہیں ہوتے تھے اور اپنے خادمان کو اتباعِ شرع کا تقید فرماتے تھے اور بدعات سے منع فرماتے تھے۔ (ص ۵۲-۵۳)

۲۱ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ روز دو شنبہ وقت شب میاں صاحب کی وفات ہوئی، خلفاء میں مولوی محمد امیر بازن صاحب جانشین مولانا عبداللہ شاہ صاحب کزنالی، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب راپوری ممتاز و مشہور ہیں۔ (ماخوذ از سوانح حضرت مولانا عبدالقادر راپوری قدس سرہ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

تحریر: سید نفیس کھنی

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری قدس سرہ اکابر علماء دیوبند کے معاصر و مرتبہ شناس تھے۔ آپ کے خلیفہ اول و جانشین حضرت مولانا محمد امیر بازن صاحب اپنی تالیف "شہادات امیرت" میں تحریر فرماتے ہیں:

"بہر حضرت اثر مرگ مولانا و استازنا مولوی محمد قاسم (نانوتوی) صاحب کی آئی تو حضرت (شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری) نے ابیدہ ہو کر فرمایا، کہ آج میری پشت دو صدیوں سے ٹوٹی ہے، ایک مرگ مولوی محمد قاسم صاحب کی سے۔ دوم رحلت مولوی احمد علی صاحب (محدث سہارنپوری) سے یہ دونوں بزرگوں نے ریا، تتبعِ شریعت، مہفیض اکمل تھے، مجھ کو ان کے باعث بڑی تقویت

تھی، اب میں تہنارہ گیا۔“

(شہادت امیر علی مکشوفات رحمتیہ: ص ۱۴ مطبوعہ بلالی پریس ساڈھورہ ۱۳۱۹ھ)

آپ کا فیضان بارانِ رحمت کی صورت تھا۔ تعلیماتِ رحمتی میں آپ کے خلفاء کرام کے نام اس

ترتیب سے تحریر ہیں:

(۱) حضرت مولانا محمد امیر باز خاں صاحب قدس سرہ

(۲) حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب جلال آبادی ثم الکرالی قدس سرہ

(۳) حضرت مولانا شاہ ابوالحسن صاحب سہارنپوری قدس سرہ۔

(۴) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری جو قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد

محدث گنگوہی قدس سرہ سے بھی مجاز ہوئے۔

(۵) حضرت مولانا عبدالخالق صاحب ساکن منہم ضلع رتھک نور اللہ مضجعہ

(۶) حضرت مولانا قاری عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تخت ہزاروی۔

(۷) حضرت مولانا نور محمد صاحب لڑھیانوی نور اللہ مضجعہ

حضرت مولانا محمد امیر باز خاں صاحب اور حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کرالی دونوں العلوم

دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے تعلیم یافتہ تھے۔ روایات میں حضرت مولانا محمد امیر باز خاں صاحب

کی تالیف ”انجلا القلوب بے نظیر ہے۔ باقی تمام خلفاء بھی اکابر علماء دیوبند سے کمال حسن عقیدت رکھتے

تھے۔ حضرت مولانا محمد امیر باز خاں صاحب ۱۲۹۴ھ میں حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین اور ہائے

شرفا کے لیے اس عظیم الشان قافلے کے ساتھ تھے جس میں قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب

محدث گنگوہی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور آپ کے شفیق اُستاد حضرت مولانا محمد یعقوب

صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم جمعین جیسے اکابر شامل تھے۔ (احوال العارفین ص ۲۱۳)

آپ کا فیض آپ کے خلفاء خصوصاً حاجی میاں محمد اسماعیل صاحب اور حضرت مولانا ولی محمد صاحب

پڑھی والوں کے ذریعے جاری ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب سے ایک صاحب قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد

صاحبِ محدث گنگوہی قدس سرہ کی نسبت دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ "حضرت مولانا گنگوہی کی نسبت بہت قوی اور غیر متناہی ہے" (ربہائے طلیقت ۳۲ مطبوعہ کراچی ۱۳۸۲ھ)

حضرت مولانا عبداللہ شاہ صاحب کے خلفا میں حضرت حاجی مولانا بخش صاحب ممتاز و باکمال بزرگ تھے۔ حاجی صاحب کے خلفا میں حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی اور حضرت مولانا طفیل احمد صاحب فاروقی قادری تھے۔ مولانا طفیل احمد صاحب کا گذشتہ سا کراچی میں انتقال ہوا ہے وہ بزرگانِ دینہ کے عاشق و شیدائی تھے، انھوں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہما کا ترجمہ و تفسیر قرآن پاک بعد اہتمام جرنی سے طبع کرایا۔ کراچی میں ان کا قائم کردہ دارالتصنیف اور تبلیغی کالج نمایاں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت مولانا طفیل احمد صاحب نے اپنے بعد کے لیے محترم جناب ریاض احمد صاحب کو اپنی جگہ پر مقرر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی عمر اور اخلاص میں برکت عطا فرمائے۔

حضرت مولانا اشتیاق احمد صاحب حضرت شیخ الہند کے ممتاز شاگرد اور علومِ قاسمیہ کے امین تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصنیفات کی تسہیل و تشریح آپ نے فرمائی یہ کتابیں دارالعلوم دیوبند سے شائع ہو چکی ہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رانی پوری قدس سرہ (م ۱۳۳۶ھ / ۱۹۱۹ء) کا سلسلہ آفتاب کی طرح روشن ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری (م ۱۳۴۶ھ) کی تالیف "المہند علی المفند" (عقائدِ علماء دیوبند) پر آپ کی تصدیق ثبت ہے۔ آپ کے جانشین قطب الارشاد مرشدنا و مولانا شاہ عبدالقادر رانی پوری قدس سرہ (م ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) تھے جن سے سلسلے کو بڑی وسعت ہوئی۔ علماء دیوبند کی ایک فاسی تعداد انکے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئی، ان کے خلفا کرام میں امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب (م ۱۳۹۱ھ / ۱۹۶۱ء) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی مدظلہ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ مولف معارف الحدیث و مدیر الفرقان لکھنؤ جیسے یگانہ روزگار اہل علم و فضل شامل ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رانی پوری ثم سرگودھوی دہت بہائم آجکل حضرت کے جانشین ہیں۔

حضرت قاری عبدالکریم صاحب تخت شاہی رحمۃ اللہ علیہ کو محدث مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب

راپوری قدس سرف سے نہایت درجہ تعلق خاطر تھا۔ چنانچہ اپنے شیخ عالی مقام کے وصال کے بعد عموماً بار بار
 نانا نانا راپور تشریف لے جاتے تھے اور کافی عرصہ قیام فرماتے، وہیں حضرت اقدس راپوری نے اپنے خاندان
 میں ان کی شادی بھی کرا دی تھی، حضرت قاری صاحب کے ایک خلیفہ حکیم امیر بخش صاحب سہارنپور تھے
 جو جناب ہسوفی محمد بکت علی صاحب لودیانوی حال مقیم دارالاحسان (سالار والا) ضلع فیصل آباد کے پیر مرشد
 تھے۔ ہسوفی صاحب کے حلقے میں جدید طبقہ سے تعلق رکھنے والے بعض بڑے افسر بھی شامل ہیں جناب ہسوفی
 صاحب اکابر علماء دیوبند، حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، قطب الارشاد حضرت مولانا
 رشید احمد صاحب محدث گنگوہی اور حکیم الاتمت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہم کو
 مقبول بارگاہ خداوندی جنتے ہیں اور ان کی تصانیف سے استفادہ کرتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کو تو وہ
 حضرت شیخ علامہ الدین علی احمد ابر کلیری قدس سرف ہی کا مدرسہ کہتے ہیں، اس بنا پر کہ بزرگان دیوبند سلسلہ
 عالیہ چشتیہ ساہیو کے چشم و چراغ ہیں۔

حضرت ہسوفی نور محمد صاحب لودیانوی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ اقم المدارس کے بانی اور نورانی قاعدہ
 کے مؤلف ہیں۔ علماء دیوبند کے مسلک حق و اعتدال کے حامل تھے، ان کی اولاد حضرت مرشد ناد مولانا شاہ
 عبدالقادر راپوری قدس سرف کی جامعہ گلپوش ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر ۱۶/۱۲۱۱)



قطب العالم علیٰ حضرت میرزا شاہ عبدالرحیم راپوری قدس سرہ

م ۱۳۳۷
۱۹۱۹ء

تحریر: سید نفیس الحسینی

اے گل، نہ ہمیں معرکہ من تو گرم است
ہنگامہ صد سوختہ خرمن تو گرم است

سلطان الاولیاء و الکاملین، امام المتوکلین و الزاہدین قطب العالم حضرت مولانا الحافظ اکھاج
شاہ عبدالرحیم راپوری نور اللہ مرقدہ کی ولادت باسعادت تخمیناً ۱۸۵۲ء میں ضلع انبالہ (مشرقی
پنجاب، ہندوستان) کے ایک گاؤں تگری میں ہوئی۔ خاندانی اعتبار سے آپ شرفائے راجپوت
میں سے تھے۔ آپ کے والد ماجد جناب راؤ اشرف علی خاں صاحب تگری کے ممتاز زمیندار اور خدایاد
بزرگ تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف شاملی کے میدان میں معرکہ آرائی کی پاداش میں
جب حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی، حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت
اقدس مولانا محمد قاسم نالوتوی قدس سرہم کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے تو حضرت اقدس

حاجی صاحب اسی علاقہ میں پنجلاہ کے مقام پر روپوش رہے۔ انھیں دنوں حضرت اقدس گنگوہی اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس حاجی صاحب کی تلاش میں بقیار و بے حال جگہ جگہ پھرتے پھرتے بگڑی سے بھی گزرے۔ جناب راؤ اشرف علی خاں صاحب نے انھیں اپنے ہاں مہمان ٹھیرایا۔ حضرت اقدس گنگوہی نے ایک شب وہاں قیام فرمایا۔ اس مختصر سے قیام میں مخلص میزبان کو اجنبی مہمان سے ایسا قلبی لگاؤ پیدا ہوا کہ بیعت کی درخواست پیش کر دی۔ حضرت اقدس گنگوہی نے فرمایا میں کل آپ کو اپنے پیر و مرشد حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت کراؤں گا جو قریب ہی پنجلاہ میں ٹھیرے ہوتے ہیں۔ راؤ صاحب نے اپنے صاحبزادے عبدالرحیم کو جو اس وقت تقریباً تین برس کے تھے، خدمت والا میں دعا کے لیے حاضر کیا۔ حضرت اقدس گنگوہی نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے رشد و ہدایت فرمائی۔ یہی سعادت آثار بچہ عبدالرحیم اپنے اوج کمال کو پہنچ کر قطب العالم اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوری کے نام سے شہرہ آفاق ہوا اور ایک زمانہ اُس کے سرِ شہید عرفان سے سیراب و فیضیاب ہوا۔

بچپن ہی سے اعلیٰ حضرت رائپوری کی جبین مبارک پر آثارِ ولایت و معرفت آشکار و ہویدا تھے۔ سینہ مبارک صغیر سنی ہی میں حفظ کلام اللہ کی نعمت سے مہبط انوار ہو گیا۔ دینی تعلیم سہارنپور اور دوسرے شہروں میں اپنے وقت کے جتید اساتذہ سے حاصل کی۔ زمانہ تعلیم ہی میں عارفِ یگانہ، قطبِ زمانہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری قدس سرہ (م ۲۱، ربیع الاول ۱۳۰۳ھ) کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ ایک زمانہ تک اُن کی خدمت میں رہے۔ چونکہ قلب مبارک نور ایمان و یقین سے مزین و مُصفیٰ تھا۔ اس لیے جلد ہی سلوک و معرفت کی منزلیں طے کر لیں اور مقام تسلیم و رضا کو پہنچے۔ مرشد عالی مقام نے اپنی خلافتِ خاصہ سے نوازا اور رائپور (ضلع سہارنپور) میں قیام کا حکم فرمایا۔

رائپور آپ کا انھیالی گاؤں تھا چنانچہ قصبہ رائپور سے باہر نہر جن مشرقی کے دوسرے کنارے

آپ نے ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی جو بعد میں "خانقاہ گلزار رحیمی" کے نام سے موسوم ہوئی۔ جلد ہی آپ کی ذات مزجہ غلامی بن گئی اور آپ کا فیضان چار اطراف میں دور دور پھیل گیا۔

۲۱۔ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ کو آپ کے پیرومرشد نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی

رحمہ اللہ تعالیٰ۔

شیخ بزرگوار کی وفات کے بعد آپ چند ایک مرتبہ کلیر شریف بھی حاضر ہوئے۔ اکثر تہا سفر فرماتے کسی کو ہمراہ نہ لیتے۔ کچھ شب و روز وہاں قیام بھی فرماتے ایک مرتبہ وہاں حاضر ہوئے تو عجیب واقعہ پیش آیا جسے مرشدنا و مولانا شاہ عبدالعادر رائے پوری (۱۳۸۲ھ) قدس سرہ بارہا اپنی مجالس میں بیان فرماتے رہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحیم راپوری ایک شب کوتاج الاولیاء حضرت خواجہ عطار الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ کے مزار مبارک کے قریب درگاہ کی مسجد سے ملحقہ صحن میں سو خواب تھے۔ نصف شب کو آپ نے بارش محسوس کی۔ آپ فوراً اندر سائے میں چلے گئے لیکن غور کیا تو معلوم ہوا کہ بارش نہ تھی۔ دوبارہ آپ باہر تشریف لاکر آرام فرما ہوتے۔ کچھ وقفے کے بعد پھر وہی کیفیت ہوئی اب آپ کو یقین ہو گیا کہ بارش انوار ہے۔ آپ اٹھے وضو کیا اور نوافل میں مشغول ہو گئے۔ اچانک آپ نے ایک آواز سنی "عبدالرحیم" عبدالرحیم آپ نے خیال کیا کہ صحن میں ان سے تعدد سونے والوں کا کوئی ہو گا جسے کوئی شخص بلارہا ہے۔ آخر آپ کے قلب کوشش ہوئی۔ سلام پھیر کر مزار مبارک کی طرف متوجہ ہوئے۔ آواز آئی۔ "میں تمہیں ہی بلارہا ہوں پھر ارشاد ہوا "ہمارے سلسلہ کی نعمت اس وقت گنگوہ میں ہے۔ مولانا رشید احمد صاحب کے پاس، آپ وہاں جاؤ۔"

آپ کلیر سے عجیب جذبات و خیالات کے ساتھ لوٹے۔ یہ سفر حج کا زمانہ تھا۔ آپ گنگوہ شریف حاضری سے پیشتر ہی سفر مبارک پر روانہ ہو گئے۔ اس زمانے میں قطب الاقطاب شیخ العرب والعمم اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس ترزہ کے چشمہ فیوض و برکات سے ایک عالم سیراب ہو رہا تھا۔ آپ مکہ معظمہ میں ان کی خدمت مبارک میں باقاعدہ حاضر ہوتے رہے۔

حضرت اقدس شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری قدس سرہ کے والد بزرگوار بھی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے مرید تھے۔ ان کی بیعت کا واقعہ "تذکرۃ الرشید" اور "امداد اشتاق" میں موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی شفقت حضرت رائپوری کے حال پر بے پایاں رہی۔ ایک روز آپ مجلس مبارک میں موجود تھے کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے ایک عام ارشاد فرمایا: "میں آج اپنا قرآن پاک جو میرے زیر تلاوت رہتا ہے اس شخص کو دوں گا جو قرآن پاک سے کمال شفقت کے باعث مجھ سے آگے نکل گیا۔" اس نعمت کا اشتیاق بہت سے حاضرین کو ہوا۔ مگر یہ نعمت جس ذات والا صفات کے مفقود میں تھی اسی کو ملی۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے وہ کلام پاک حضرت اقدس رائے پوریؒ کو عنایت فرمایا۔ دیتے ہیں بادہ طرف قدح خوار دیکھ کر

اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ "مولانا! آپ سے میرا روحانی رشتہ ہے۔ ہندوستان واپسی کے وقت مجھے بل کر جائیے گا۔"

اگرچہ حضرت اقدس رائپوری نے گلبر شریف کا واقعہ ابھی کسی سے بھی بیان نہیں فرمایا تھا لیکن یہ نامعلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کو اس کا اور اک ہو گیا۔ حضرت اقدس رائپوری جب آخری ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے آیت شہ گرامی حضرت گنگوہی کے نام دیا جس میں اپنا مافی الضمیر تحریر فرما دیا تھا۔

حضرت اقدس رائپوری ہندوستان واپس آکر گنگوہ شریف پہنچے۔ حضرت والا کی خدمت میں اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا مکتوب مبارک پیش کیا۔ تین شب و روز آپ خانقاہ رشیدی میں قیام پذیر ہو کر فیضیاب ہوتے رہے۔ رخصت کے وقت حضرت اقدس گنگوہی نے آپ کی بیعت سے شرف فرمایا اور چاروں سلاسل طیبہ کی اجازت کے ساتھ اپنی دستار خلافت مرحمت فرمائی۔

حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ کے خلفاء میں آپ کو ایک خاص امتیازی مقام حاصل رہا۔ بعض معاملات میں حضرت قطب الارشاد گنگوہی نے اپنی حیات ہی میں انھیں اپنی نیابت خاصہ سے نوازا۔ چنانچہ جن دنوں دارالعلوم دیوبند میں کچھ اختلافات رونما ہوئے اور مخلصین نے حضرت اقدس گنگوہیؒ

کی خدمت میں حاضر ہو کر اصلاح احوال کے لیے درخواست پیش کی تو حضرت قطب الارشادؒ نے حضرت اقدس راپوریؒ کو اپنی نیابت میں اس کام پر فائز کیا۔ آپ نے تہمت باطنی سے بطریق احسن اُسے انجام دیا اور کامیاب رہے۔

حضرت قطب الارشاد گنگوہیؒ صرف محدث کبیرہ فیئہ عصر اور مرشد زمانہ ہی نہ تھے بلکہ بجاہد حلیل اور غازی اسلام بھی تھے۔ ۱۸۵۴ء میں شاملی کے میدان میں انگریز کے خلاف جنگ کا زائر عظیم بھی انجام دیا تھا۔ اس معرکہ میں اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب امام جہاد تھے — حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قاضی متقرر ہوئے جب کہ حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سپہ سالار فوج تھے۔ حضرت مولانا محمد منیر نانوتوی اور حضرت حافظ ضامن صاحب تھانوی سمینہ اور میسرہ کے افسر تھے۔

حضرت حافظ ضامن صاحب نے ۲۴ محرم الحرام ۱۲۴۴ھ (۱۲ ستمبر ۱۸۵۴ء) پیر کو بوقت ظہر شاملی کی جنگ میں شہادتِ عظمیٰ سے سرفروئی حاصل کی۔ ۱۸۵۴ء کے جہادِ حریت میں انگریزی حکومت نے بغاوت کو بزور ختم کر دیا تو ان اہل فداست علمائے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ اب انگریز کی طاقت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ کھلی جنگ میں اس سے مقابلہ مشکل ہے۔ چنانچہ انھوں نے زیر زمین (انڈر گراؤنڈ) کام کا فیصلہ کیا۔ اسی مقصدِ عظیم کی خاطر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئی۔

حضرت اقدس گنگوہیؒ نے اپنے ممتاز خلفاء کو جہاں فیضان سلوک و تصوف سے سیراب کیا وہاں جذبہ جہاد و سرفروشی سے بھی سرشار کیا۔ گویا سلوک و تصوف اور جذبہ حریت دونوں کا تعلق نسبت باطنی ہی سے تھا۔

۸۔ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ کو حضرت قطب الارشاد گنگوہیؒ نے اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔ ان کے ممتاز خلفاء و مسترشدین ان کی نسبت باطنی کے امین و وارث ہوئے۔

حضرت اقدس گنگوہیؒ کے خلفاء میں حضرت قطب عالم حضرت مولانا عبدالرحیم راپوریؒ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ میں باہم نہایت درجہ محبت و یگانگت تھی جو حضرت اقدس گنگوہیؒ کے زمانہ حیات ہی سے ان کے دلوں میں راسخ ہو چکی تھی اور وہ یکجان و دو قالب کا مصداق

بن گئے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی ذات والاصفات میں فیضانِ قاسمی ورشیدی کا قرآن السعدین تھا۔

حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ فرماتے ہیں :

حضرت شیخ الہندؒ مرحوم کو تعلیم و تربیت کا شرف حضرت مولانا محمد قاسم صاحب

اور پھر حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہ سہا اور حضرت حاجی امداد اللہ

رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھا۔ سالہا سال ان کی خدمت عالیہ میں انتہائی اخلاص اور شغف

بلکہ عاشقانہ جذبات کے ساتھ رہنا ہوا تھا اور ان حضرات کی وہ مکمل ہستیاں تھیں جنہوں

نے ۱۸۵۷ء میں علم آزادی بلند کر کے شاملی تھانہ بھون وغیرہ سے انگریزی اقتدار کا

خاتمہ کر دیا تھا۔ ان کے سیمینوں میں ہمیشہ آزادی اور جہاد کی مبارک آگ سلگتی رہتی تھی۔

اس لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ میں انگریزی اقتدار کے فنا کرنے کا جذبہ

مستقل طور پر ہونا طبعی امر ہو گیا تھا۔ (نقش حیات طلاً)

ادھر قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری قدس سرہ کی ذات گرامی بھی نسبت رحیمی

رشیدی کا مجمع البحرین تھی۔ حضرت اقدس رائپوری کو جذبہ جہاد اپنے مرشد اول حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب

سہا پوری قدس سرہ کے واسطے سے بھی حاصل تھا۔ آپ کے دادا پیر قطب الاولیاء غازی اسلام حضرت

اخوند عبدالغفور صاحب سوات (م ۱۲۹۵ھ) نے صوبہ سرحد میں ایک شکر اسلام کے ساتھ انگریزوں

سے متعدد جنگیں لڑیں۔ میدان جنگ میں انھیں سکت فاش دے کر علاقہ سوات و بنیر میں حکومت

اسلامی قائم کر لی تھی اور اپنی حیات میں وہاں انگریز کے منحوس قدم چمکنے نہ دیے۔ اس سے پہلے حضرت

اخوند صاحب قدس سرہ کے پیرو مرشد حضرت خواجہ محمد شعیب تور ڈھیری قدس سرہ نے بھی رنجیت سنگھ

کے خلاف شکر آرائی کر کے داد شجاعت دی اور ۱۲۳۸ھ میں اس مجاہد اسلام نے ایک معرکہ جنگ

میں جام شہادت نوش کیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت اقدس رائپوریؒ کے درمیان یہ اقدار مشترک بھی کیلی و یکجہتی کا

باعث بنیں۔ حضرت اقدس گنگوہی کی وفات کے بعد جب تحریک آزادی کی سرگرمیوں کو نمایاں کرنے کا وقت آیا تو حضرت رائے پوری نے شیخ الہند کے دوش بدوش اس تحریک میں حصہ لیا۔ یہ تحریک کوئی نئی تحریک نہ تھی، بلکہ علمائے حق کی وہی تحریک تھی جو برطانوی حکومت کے خلاف امام المجاہدین امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید نے شروع کی تھی اور سرفروشان اسلام نے بالاکوٹ کے میدان میں جان کے نذرانے بارگاہِ رب العزت میں پیش کر کے سرخروئی حاصل کی تھی۔ علماء مجاہدین کی وہی تحریک پھر ۱۸۵۷ء میں شاملی اور تھانہ بھون کے کارزاروں میں بروئے کار آئی اور حضرت حافظ ضامن شہید اور ان کے کچھ ساتھی خلعتِ شہادت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر ربّ ذوالجلال کے حضور پہنچے۔ اب ایک بار پھر اس تحریک کے منقہ شہود پر آنے کا وقت آگیا۔ حضرت شیخ الہند کو اس تحریک کا امیر الامراء اور رئیس المجاہدین تسلیم کیا گیا۔

عمریت کہ آوازہ منصور کہن شد

من از سر نوح سلوہ دہم دارورسن ا

حضرت قطب عالم رائے پوری نے کمال مردانگی و بہت باطنی سے تا دم حیات حضرت شیخ الہند کا ساتھ دیا۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری بھی ابتدا ہی سے اس تحریک میں حصہ لے رہے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت اقدس نانوتوی اور حضرت اقدس گنگوہی کے اور توسلین بھی شریک جہاد تھے۔ مفکّر انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

لان الامر (الجہاد) لم یکن مقصوراً علی شیخنا (شیخ الہند)

فقط بل کان معہ جماعت من اتباع مولانا محمد قاسم و طائفۃ

من اتباع مولانا رشید احمد مثل مولانا عبد الوحیم الراءپوری

(امام رحمن فی تفسیر الرحمن ص ۱۳۱ ج ۱)

حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ انتہائی زیرک، صاحب بصیرت و فراست اور صاحب رائے

بزرگ تھے۔ آپ کے صفائے باطن کا تو یہ عالم تھا کہ حسن و قبح قلب نورانی پر نکتہ نہ ہو جاتا تھا۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا بیان ہے :

” مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب راپوری کا قلب بڑا نورانی تھا۔ میں اُن کے پاس بیٹھنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں میرے عیوب منکشف نہ ہو جائیں۔“

حکایات اللولیا (ارواحِ ثلاثہ) ص ۶۵

حضرت شیخ الہند، حضرت اقدس راپوری کا بے حد احترام فرماتے، آپ کے قیمتی مشوروں سے مفید ہوتے۔ انھیں تحریک کے سلسلے میں سب سے زیادہ اعتماد تعلق خاطر آپ ہی کی ذات تھا۔ حضرت مستری احمد حسن صاحب دیرہ دُونی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب راپوری) جو اس تحریک کے سرگرم کارکن اور حضرت اقدس راپوری کے معتقد تھے، اوائلِ شوال ۱۳۹۰ھ میں (راقم سطور کے قیامِ راپور کے دوران) خانقاہ رائے پور تشریف لائے تو فرمایا:

” حضرت شیخ الہند تحریک کے سلسلے میں شورے کے لیے پہلے خود ہی راپور تشریف لایا کرتے تھے جب اُن کی تحریک نمایاں ہو گئی تو انھوں نے خود مصلحتاً تشریف لانا بند کر دیا اور جب کبھی تشریف لاتے رات کو آتے تاکہ کسی کو خبر نہ ہو، بعد میں پیغامِ رسائی کے لیے قاصد آتے جاتے تھے۔“

باہمی تعلق و محبت کا معاملہ صرف تحریک تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس کا دائرہ وسیع تر تھا۔ خانقاہ راپور کے ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ جن دنوں حضرت شیخ الہند نے ترجمہ قرآن پاک دیوبند میں شروع کیا تھا۔ وقتاً فوقتاً رائے پور تشریف لاتے اور حضرت اقدس راپوری کو ترجمہ سناتے۔ آپ اگر کچھ فرماتے تو شیخ الہند فوراً اسے قبول فرمایتے۔ حضرت شیخ الہند فرمایا کرتے تھے کہ میں جب ترجمہ مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب راپوری کو سنا لیتا ہوں تو مجھے اطمینان ہو جاتا ہے۔ حضرت اقدس راپوری ترجمہ شیخ الہند کے بے حد قدردان تھے۔ اور آپ کی حیاتِ مبارکہ میں یہ کام پورا ہو گیا۔

ترجمہ کی تکمیل حضرت شیخ الہند نے اسارتِ مالٹا کے دوران فرمائی۔ ثقہ روایت کے مطابق یہ ترجمہ حضرت اقدس رانی پوری قدس سرہ ہی کی آرزو کے پیش نظر حضرت شیخ الہند نے کیا تھا۔

حضرت مولانا نور شاہ صاحب محدث کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو حضرت مولانا رانی پوری کے مرتبہ و مقام کا علم اس وقت ہوا جب ہم نے دیکھا کہ حضرت شیخ الہند رانی پور تشریف لے جاتے ہیں اور انھیں اپنا ترجمہ سناتے ہیں۔

۱۳۳۳ھ میں جب حضرت شیخ الہند حجاز تشریف لے گئے۔ روانگی سے پیشتر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے کتب خانے میں خفیہ مشورے ہوتے رہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں :

”شوال ۱۳۳۳ھ میں جب کہ حضرت سہارنپوری اور حضرت شیخ الہند کی حجاز کی روانگی ہو رہی تھی اور حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کی غیبت میں اس تحریک کی قیادت اعلیٰ حضرت رانی پوری کے سپرد ہوئی تھی۔ وہ مظاہر العلوم میں طے ہوئی تھی اور اس سے ان حضرات کے آپس کے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ شوال ۳۳ھ کے پہلے ہفتے میں حضرت شیخ الہند دیوبند سے اور اعلیٰ حضرت رانی پوری سے اور مولانا احمد صاحب رانی پوری سے سہارنپور تشریف لائے اور ۴، ۵ روز تک مدرسہ کے کتب خانہ میں یہ سب تجاوز طے ہوئی تھیں۔ چاروں حضرات صبح کی نماز کے بعد چائے اور اشراق سے فارغ ہو کر مدرسہ کے کتب خانہ میں اوپر تشریف لے جاتے تھے اور سب طرف کے کواٹر اندر سے بند ہو جاتے تھے۔ پانچویں کا وہاں گذر نہ تھا۔“

(مکتوب از مدینہ منورہ بنام عبدالرشید راشد۔ ۱۰ صفر ۱۳۹۶۔ ۱۰ فروری ۱۹۷۶ء مطبوعہ الرشید لاہور دارالعلوم منبر)

رانی پوری حضرات کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت رانی پوری کی یہ رائے نہیں تھی کہ حضرت شیخ الہند ہندوستان سے باہر تشریف لے جائیں۔ اُن کا ارشاد یہ تھا کہ اس وقت حجاز میں بھی انگریز ہی مسلط ہے۔ ہندوستان میں تحریک کے نسبتاً زیادہ مواقع ہیں اور یہاں شیخ الہند کی گرفتاری پر نقص امن کا اندیشہ بھی انگریز

کے خیال میں ہوگا۔ اگر گرفتاری پیش بھی آگئی تو تحریک ختم نہیں ہوگی بلکہ اور زور سے چلے گی لیکن
ہوا وہی جو کارکنان قضا و قدر کو منظور تھا۔ مرضی مولیٰ ازہمہ یولیٰ

حضرت شیخ الہند قدس سرہ بکیرہ روم کے راستے حجاز تشریف لے گئے وہیں گرفتاری عمل
میں آگئی اور مالٹا جزیرے میں نظر بند کر دیے گئے۔ حضرت شیخ الہند کی عدم موجودگی میں تحریک
آزادی کی کمان اعلیٰ حضرت رائے پوری نے سنبھالی۔ آپ بکمال استقامت و غریمیت اس فریضے کو انجام
دیتے رہے۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی فرماتے ہیں :

” حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نہایت دلسوزی اور استقلال اور عالی تہمتی سے
انتہائی رازداری کے ساتھ امور مہتمہ کو انجام دیتے رہے اور ان کے خاص خدام بھی
دکھپی لیتے رہے۔“
(نقش حیات ص ۱۲۱)

مولانا عبید اللہ سندھی کے حضرت شیخ الہند کے نام ریشمی خطوط برطانوی حکومت کے ہاتھ
لگ گئے اور یہ تحریک آزادی (جسے انگریزوں نے ریشمی رومال سازش کا نام دیا) افشا ہو گئی تو مجاہدین
اور حریت پسندوں کی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ تحقیقات شروع ہوئی مختلف جگہ پھاپے مارے گئے۔
انگریزی آئی ڈی افسر مع علامہ خانقاہ رائے پور بھی پہنچا۔ اعلیٰ حضرت رائے پوری قدس سرہ ان دنوں صاحب فاش
تھے لیکن آپ نے نہایت استقلال اور شان بے نیازی سے جواب دیے۔

افسر نے پوچھا! مولانا آپ کا شیخ الہند سے کیا تعلق ہے؟

حضرت اقدس نے فرمایا: ” تعلق کی پوچھتے ہو؟ تعلق کا معاملہ تو یہاں تک ہے کہ جس دن
سے میں انھیں سفر حجاز کے لیے دہلی سے رخصت کر کے آیا ہوں بیمار ہوں، بخار میرے بدن میں سما گیا
ہے، چارپائی پر پڑا ہوں، آج بھی اگر ان کی واپسی کی خبر سن پاؤں تو مجھ میں جان آجاتے اور میں ایک
بار پھر ٹھہر ٹھہری لے کر اٹھ کھڑا ہوں گا۔“

افسر: شیخ الہند جو حکومت کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں اس کے بارے میں

آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت رائے پوریؒ: میں اس تحریک کو بالکل حق سمجھتا ہوں۔

افسر، رپورٹ ملی ہے کہ تحریک کو یہاں سے مالی امداد پہنچ رہی ہے۔

حضرت اقدس راپورٹی نے اس بات کا بحکال تذکرہ فرمایا ہے کہ ایسا جواب دیا کہ افسر

ان کی بات کی تہ تک نہ پہنچ سکا۔

ملا جی عبدالعزیز جو حضرت راپورٹی کے بہرے تھے اور خفیہ طور پر مجاہدین کے لیے مالی امداد فراہم

کرنے کا کام ان کے سپرد تھا۔ جیسے وہ حضرت راپورٹی کے حکم سے انجام دیتے تھے، اس وقت خانقاہ

میں موجود تھے۔ حضرت اقدس راپورٹی کو اندیشہ ہوا کہ اگر ان سے پوچھ لگچھ ہوئی تو سوال و جواب

میں کہیں نرم نہ پڑ جائیں۔ آپ نے فوراً ان کو اپنے پاس بلایا اور افسر سے مخاطب ہو کر بڑے جوش

سے ملا جی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "ان لوگوں کی کیا مجال اور طاقت ہے جو میری مرضی کے خلاف

ایک قدم بھی اٹھائیں۔ اس علاقے میں انھیں میرے ایما کے بغیر لیک پیسہ بھی نہیں مل سکتا۔ اور

میں تو خدا کے فضل و کرم سے یہ کہتا ہوں کہ حکومت بھی چاہے تو یہاں سے کچھ حاصل نہیں کر سکتی۔"

اس افسر پر کچھ ہیبت سی چھا گئی۔

کچھ اور سوالات بھی انگریزی آئی ڈی افسر نے کئے۔ ان کے جوابات بھی کچھ اسی طرح ہی

دو ٹوک دیے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ناکام واپس ہوا۔ اگر ایک طرف انگریزی حکومت کی سی آئی ڈی

پوری طرح سرگرمی سے کام کر رہی تھی تو دوسری طرف حضرت اقدس رائے پوریؒ بھی اس سے غافل

نہیں تھے۔ چنانچہ اپنے انخانے کے پورے پورے اہتمام کے ساتھ جوابی کارروائی کا سلسلہ بھی

زیر زمین قائم کر رکھا تھا۔ مسوری پہاڑ پر انگریزوں کا جو فوجی سروے آفس تھا اور جس میں جنگی نقشے

تیار کئے جاتے تھے۔ حضرت مستری احمد حسن صاحب دیرہ ڈوئی رح کو وہاں مامور کر رکھا تھا۔ وہ

سروے آفس میں ملازم تھے اور یہاں تک افسروں پر اپنا اعتماد قائم کر رکھا تھا کہ وہ اتوار کو ٹھٹی

کے روز دفتر کی چابیاں ان کے سپرد کر جاتے تھے۔ حضرت مستری صاحب خفیہ طور پر نقشے لے کر خانقاہ

راپور پہنچ جاتے تھے۔ حضرت اقدس راپورٹی کمال انخانے سے ان نقشوں کو رات کے وقت اپنا حجرہ

بارک بند کر کے موسم تہی کی روشنی میں ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح یہ سرفروشان دین و وطن حالات زمانہ سے پوری طرح باخبر اور انگریزی منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لیے سرگرم عمل رہتے تھے۔

اسیر مائٹا حضرت شیخ السنہ قدس سرہ کا فراق حضرت اقدس رائپوری کے لیے سوہان روح تھا۔ آپ اُن کی یاد میں بیقرار رہتے۔ اُن کے تذکرے سے آپ کو سکون و قرار حاصل ہوتا تھا۔ اُن کے فضائل و مناقب میں طلب اللسان رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں کار پر دازان دارالعلوم نے دیوبند تشریف آوی کی درخواست کی۔ امراتک نوبت پہنچی تو اعلیٰ حضرت رائپوری آمادہ ہو گئے۔ دیوبند ریلوے سٹیشن پر آپ کا استقبال کیا گیا۔ میزبانوں نے دارالعلوم میں قیام کا انتظام کر رکھا تھا۔ حضرت مستری احمد صاحب بھی حضرت کے ہمراہ تھے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ ریلوے سٹیشن پر بہت بڑی تعداد میں تانگے موجود تھے۔ ایک خوبصورت تانگہ اعلیٰ حضرت رائپوری کے لیے مخصوص کیا تھا۔ آپ اس میں تشریف فرما ہوئے اور تانگہ والے سے حضرت شیخ السنہ کے مکان پر چلنے کو فرمایا۔ آپ وہیں فرودکش ہوئے اور ایک ہفتہ قیام پذیر رہے۔ دن رات حضرت شیخ السنہ کا ذکرہ و روزبان رہتا تھا۔ اُن کی جلالت شان حاضرین پر واضح کرتے اور فرماتے کہ حضرت شیخ السنہ کو اس جہاد کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تقاضا بلند نصیب فرمایا ہے۔ جہاد کے فضائل بھی علماء و عوام کے سامنے بیان فرماتے۔

حضرت اقدس شیخ السنہ قدس سرہ کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں آپ نے بیس روپے بطور نذر بھجوائے۔ وہ بہت غمزہ تھیں، فرط غم سے رونے لگیں، انہوں نے آپ کی خدمت میں دریافت کرایا کہ حضرت، وہ مالہ سے واپس بھی آئیں گے یا نہیں؟ اُس زمانے میں رہائی کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی بلکہ ناممکن خیال کی جاتی تھی لیکن آپ نے بزبان الہام یہ ارشاد فرمایا کہ کوئی فکر نہ کیں حضرت شیخ السنہ انشاء اللہ ضرور تشریف لائیں گے اور یہ الفاظ پودے یقین سے بھکار ڈہرائے۔ اہلیہ محترمہ کو بہت کچھ تسلی و شفقی دی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا ہی ظہور میں آیا۔

حضرت شیخ الہندؒ ابھی ماٹا ہی میں ایسی کی مدت گزار رہے تھے کہ ادھر علیؒ حضرت اپنی شدید طوہر پر علیل ہو گئے۔ اس مرض الوصال میں آپ نے مرشدنا و مولانا شاہ عبدالقادر راہپوری قدس سرہ کو اپنی خانقاہ میں متعین فرمایا اور وصیت فرمائی کہ میرے بعد سلوک کے بارے میں ضرورت محسوس ہو تو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے مشورہ کرنا اور حضرت شیخ الہندؒ جب ماٹے سے رہا ہو کر واپس ہندوستان تشریف لائیں تو ان کے سیاسی مشوروں پر عمل کرنا اور تھرکریک آزادی میں ان کا بھرپور ساتھ دینا۔ اپنے نواسے حضرت مولانا حافظ عبدالغزیز صاحب کو بھی ان کے سپرد کیا کہ اس کا خاص خیال رکھنا۔ حافظ صاحب کی عمر اس وقت چودہ برس تھی۔

آخر زمانہ میں علیؒ حضرت راہپوریؒ پر اشتیاق زیارتِ حرمین شریفین نے بیحد غلبہ کیا۔ اگرچہ اس سے پیشتر بھی چند مرتبہ سعادتِ حج بیت اللہ سے مشرف ہو چکے تھے لیکن اس مرتبہ ذوق و شوق کا ایک اور ہی عالم تھا۔ حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھی فرماتے ہیں :

” باوجودیکہ کروٹ لینا دشوار تھا اور نماز کے لیے بھی دو آدمی سہارا دے کر اٹھاتے اور پٹنگ سے اُتار کر سھلے پر بٹھایا کرتے تھے مگر آپ پر آستانہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کا غلبہ ہوا اور آپ نے سفرِ حج کا پختہ قصد کر لیا۔ میں حاضر ہوا تو آپ نے بڑے اہتمام سے مجمع کو اٹھا کر تنہائی حاصل کی اور مجسم شوق بن کر فرمایا، میں تو تیرا انتظار ہی دیکھ رہا تھا کہ دل کی بات کہوں۔ وہ یہ ہے کہ ماہال حج کا ارادہ کر چکا ہوں اور تمنا ہے کہ زندہ رہوں تو پہلے جہاز پر سوار ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا، حضرت، آفرین ہے حضرت کی ہمت پر کہ کروٹ تولی نہیں جاتی اور قصد ہے اس کٹھن سفر کا جس میں متعدد جوان بھی چھوڑ ہو جاتے ہیں۔ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا، حضرت بوڑھے جوان سب ہی اس راستے میں چلتے ہیں۔ بس مجھے تو کوئی پچھ کر ریل میں ڈال دے تو پڑا پڑا انشا اللہ چلا ہی جاؤں گا۔ میں نے دیکھا

کہ یہ غلبہ شوق دہنے والا نہیں تو موافقت کا پہلو لے لیا اور عرض کیا، ہاں حضرت !
 ہمت کا حمایتی خدا ہے۔ جب حضرت نے قصد فرمایا تو انشا اللہ پہنچنا کچھ دشوار نہیں
 فرمایا الحمد للہ الحمد للہ تو نے تو موافقت کر لی۔ (تذکرہ انجیل ص ۱۷۱)

”آپ نے قبل از وفات اپنا تمامی سامان حتی کہ بدن کے کپڑے تک وصیت و ہبہ کے ذریعے
 دوسروں کی بلک بنا دیے تھے مگر تیرہ سو روپیہ نقد زاد راہ بنا کر مولانا عبدالقادر صاحب کے حوالے
 کر دیا تھا کہ اس کو محفوظ رکھو کہ یہ میرے اور تمہارے سفر حج کا خرچ ہے۔ آخر جوں جوں حج کا موسم
 قریب آتا گیا آپ کا مرض وضعف بڑھتا رہا اور وصال کا وقت قریب آتا گیا۔ حتی کہ آپ نے سمجھ لیا
 کہ اب گنجائش نہیں رہی اور تیرہ سو روپیہ ترک کرنا چاہتا ہے، تب آپ نے مولانا کو بلا کر وہ روپیہ
 بھی تقسیم کر دیا۔ کیونکہ آپ مولانا کریم سے ایسی حالت میں ملنے کے متمنی تھے کہ دنیا کا کوئی جبہ اور پارچہ
 بھی آپ کی بلک میں نہ ہو۔ بیت کے دھیان سے ہٹ کر اب آپ رب البیت کے خاص تصور
 میں غرق ہو گئے اور آخر چند ہی روز بعد وہ مبارک وقت آیا جس کے شوق میں آپ واپس آجاتے تھے

۷ خرم آن روز کہ از منزل ویران بروم راحت جان طلبم وز پئے جانان بروم

نذر کردم کہ گر آید سیر این غم روزے تادریکدہ شادان وغز نخوان بروم

آپ کے مرض کو چونکہ امتداد زیادہ ہو گیا تھا، اس لیے زائرین آتے اور چلے جاتے تھے،

کس کو خیال تھا کہ فلان وقت رخصت کا ہے اور ٹھہرنا چاہیے۔ حضرت سہارنپوری (مولانا خلیل احمد
 صاحب قدس سرہ) نے خواب دیکھا کہ آفتاب غروب ہو گیا اور اندھیرا چھا گیا۔ حسب معمول تہجد کے
 وقت حضرت اٹھے اور نفلوں سے فارغ ہو کر مستحکم بیٹھ گئے۔ اطمینان سے پوچھا، آج عادت کے
 موافق آپ نفلوں کے بعد بیٹھے کیوں نہیں اور طبیعت کچھ فکر مند معلوم ہوتی ہے، کیا بات ہے؟
 آپ نے خواب کا اظہار کیا اور مخزون لہجہ میں فرمایا، اس کی تعبیر ایک تو یہ ہے کہ مولانا محمود حسن صاحب
 ماٹن میں مجھوس ہیں، دوسرے مجھ کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ کہیں شاہ عبدالرحیم کی حالت نازک نہ ہو۔
 غرض صبح کو حضرت پیلیون روانہ ہو گئے جہاں تبدیل آب و ہوا کے لیے حضرت (شاہ عبدالرحیم)
 کا قیام تھا۔ بعد مغرب حضرت نے فرمایا، آج عشا کی نماز ذرا سویرے پڑھ لیجو۔ چنانچہ یہ سمجھ کر کہ آرام

کی خواہش ہوگی، نماز اول وقت پڑھ لی گئی اور آپ چارپائی پر لیٹ رہے۔ حضرت دوسرے کمرے میں جا بیٹھے کہ دفعہ آپ کو آخری کرب شروع ہوا اور حضرت سہارنپوری اپنے کمرے سے لپک کر پاس آئے، مولانا (شاہ عبدالرحیم صاحب) نے حضرت (سہارنپوری) کو محبت بھری نظروں سے دیکھا اور آپ کا ہاتھ تھام کر اپنے سینے پر رکھ لیا، حضرت سہارنپوری نے پڑھنا شروع کیا اور رات پور کا آفتاب اپنے محبوب کا ہاتھ چھاتی پر رکھے ہوئے چند منٹ کے اندر شب کے ۱۱ بجکر ۱۹ منٹ پر غروب ہو گیا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ صبح کو جنازہ رات پور کی طرف چلا اور خدام کا مجمع بکثرت اندوہ یہ کہتا ہوا پیچھے پیچھے ہوا۔

اے تماشا گاہِ عالم رُوئے تو تو کجا بہر تماشا شرمی رومی

(تذکرۃ الخلیل ص ۲۴۲)

”آخر اسی باغ میں جہاں آپ کی حیات شریفہ کا اخیر حصہ گذرا تھا، مسجد کی جنوبی سمت آپ کا وہ جسد اطہر جو رضا و تسلیم کے جھولے میں مدتوں چڑھا اور اترتا تھا ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء یوم سہ شنبہ کو سپرد زمین کر دیا گیا، مگر تنہا نہیں بلکہ ہزاروں یادگاروں چھوڑ کر اور ہزاروں کی حسرتوں اور تمنائوں کو ساتھ لے کر۔“

اکیلا کون کہتا ہے لحد میں نقشِ حاتم کو ہزاروں حسرتیں مدفون ہیں دریا کے پہلو میں

(تذکرۃ الخلیل ص ۲۴۲)

۸ جون ۱۹۰۸ء حضرت رات پوری قدس سرہ کے وصال کے بعد ان کی پشینگوئی کے مطابق آخر ۲۰ رمضان ۱۳۳۸ھ کو حضرت شیخ الحدیث الہند ملٹے سے بمبئی لا کر رہا کر دیئے گئے۔ ہر جگہ فقید المثل استقبال کیا گیا ہزاروں مشتاقان دید کے جلو میں دیوبند تشریف لائے۔ چند روز وہاں ٹھہر کر باوجود ضعف و ناتوانی کے رات پور تشریف لائے اور فرار مبارک پر دل گرفتہ حاضر ہوئے، ان کے دل پر کیا بتی؟ ہر کوئی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ امیر خسرو کے اس شعر کی عملی تفسیر دیکھی گئی

کتنے کہ عشق دارد نگذاردت بدینساں

بجنازہ کرنے آئی ہزار خواہی آمد

ہمارے حضرت فرماتے تھے

”حضرت شیخ الہند جب مالٹا سے رہا ہو کر آئے تو راپور بھی تشریف لائے۔ عالم حیرت میں ادھر ادھر دیکھتے رہے۔ میں نے محسوس کیا کہ اب یہ بھی رخصت ہونے والے ہیں۔“

(ملفوظات قلمی جمع کردہ مولانا علی احمد مرحوم ص ۵۹)

اعلیٰ حضرت راپوری قدس سرہ کے وصال کے ایک سال چند ماہ بعد حضرت اقدس شیخ الہند مالٹا سے رہا ہو گئے۔ اُس وقت سخت علالت، ضعف و ناتوانی کے باوجود راپور میں مزار مبارک پر حاضر ہوئے۔

اعلیٰ حضرت راپوری کے وصال کے حادثہ جانگاہ کی خبر جب ایسر مالٹا کے سماع مبارک تک پہنچی تو فرط غم سے بیقرار ہو گئے۔ شدت جذبات میں ایک نہایت پرورد مرثیہ لکھا جو ”مستدس مالٹا“ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت شیخ الہند کو اعلیٰ حضرت راپوری سے کتنا تعلق خاطر تھا اور اُن کی نظر میں حضرت کا مقام کتنا بلند تھا اس کا اندازہ اس مرثیہ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ راقم طور کے خیال میں اگر اعلیٰ حضرت راپوری کی حیات مبارک پر کوئی کتاب نہ بھی لکھی جائے تو یہ مرثیہ اُن کی ایک تہنیت سوانح کی حیثیت رکھتا ہے اور اُن کے مرتبہ و مقام پر شاہدِ عادل ہے۔

اعلیٰ حضرت راپوری کے وصال مبارک پر دوسرے اکابر علماء دیوبند نے بھی عربی، فارسی اور اردو زبان میں بلند پایہ مرثیے لکھے جن میں ختم المتدین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری، ہفتی اعظم حضرت مولانا عزیز الرحمن، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب، ایم ایچ جیے سرآمد روزگار علماء و فضلا شامل ہیں۔

اس مجموعہ مرثیوں کو ”شعر الفراق“ کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ ”شعر الفراق“ میں اعلیٰ حضرت راپوری کے جانشین و خلیفہ اعظم قطب الارشاد مرشدنا و مولانا حضرت شاہ عبدالقادر راپوری قدس سرہ کی وفات حسرت آیات پر لکھے گئے مرثیے بھی شامل کر دیئے گئے ہیں کہ مرشد و مرشد اور مخدوم و خادم ہر بنوع لازم و ملزوم ہیں۔

مستدس ماٹا

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

قبلہ و کعبہ امانی مُرد عالم و حافظِ مہشانی مُرد
عارفِ حکمتِ یمانی مُرد طائرِ عرشِ آشیانی مُرد

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدِ الرحیمِ ثانی مُرد

حاصلِ دین و حاصلِ حنات خازنِ خیر و کافلِ برکات
قاسمِ فیض و جامعِ اہتمام سایہ لطفِ رحمتِ مہمدات

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدِ الرحیمِ ثانی مُرد

رہنمائے مسالکِ ایمان رگبارے سنازلِ ایقان
رہ نور و مرا حیلِ احسان ساقیِ بزمِ وحدت و عرفان

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدِ الرحیمِ ثانی مُرد

نورِ چشمِ اکابر و عہدِ سلام نلبجا و تاسنِ خواص و عوام
سرپرستِ مدارسِ اسلام مروجِ دیدہ رشیدِ انام

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدِ الرحیمِ ثانی مُرد

تھی ہمیشہ سے تیری جائے قرار جنة ماء نہرِ ما مدرار

اب وہ ہے نہرِ چشمِ دریا بار ہاتھ مل مل کے کہتے ہیں اشجار

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

مُحیی علم تھے امامِ عنزال تم تھے اچھا کنسندہ اعمال

کرتے تھے مُردہ سنتوں کو بحال آج اُن کی کرے گا کون سنبھال

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

کہتے تھے سن کے حادثے سہم کریں کس کس کا غم الہی ہم

بن گیا سب غم کا آج یہ اک غم ہو گئے ایک غم میں سب مدغم

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

چھوڑ جانا ہمیں اور اتنی دُور بے کس و کور، بے بس و مجبور

تفاوت سے آپ کی بس دُور اب بجز اس کے کچھ نہیں متقدر

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

خستہ حالوں سے اے ستورہ صفا بے نیازی نہیں کمال کی بات

کیوں نہ ہو پھر حیاتِ رشکِ ممتا با وفا جب کرے جفا ہیہات

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

نازش و فخر و دوستانِ رہا زورِ بازوئے ہمراہوں نہ رہا
 قدر افزائے خادماں نہ رہا لوحیِ خوانِ کارواں نہ رہا

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدالرحیمِ ثانی مُرد

سینہ کل تک تھا محشرِ آمال آج بیٹھے ہیں کیسے فارغِ بال
 جی میں کوئی ہوس رہی نہ خیال جینا آتا نظر ہے کیوں جنجال

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدالرحیمِ ثانی مُرد

قبر ہو تیری جب دل صد چاک آرزوئیں نہ کیوں ہوں سب خاک
 ہو تبدل جو ایسا حیرت ناک دل نہ ہوں آرزو سے کیسے پاک

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدالرحیمِ ثانی مُرد

ہوئے عثمانُ جاسعِ قرآنِ وہ دیدہ تم تھے قاسمِ فرقاں
 تم بلا شک تھے نائبِ عثمانُ آج سُنانِ کیوں نہ ہو میداں

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدالرحیمِ ثانی مُرد

آئی ہے جن کجا میں کو خبر تلخ ہی وہ رہیں گے تا محشر
 آہرِ ابیض ہیں غم میں سب انخر موحل کھتی ہیں سمجھے کوئی اگر

زینتِ وزیرِ الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدالرحیمِ ثانی مُرد

آتا یورپ میں غنم بھلا یہ کہاں تیرے دلداوہ کرنے ہوتے یہاں
کس کے گھر ہوتا آن کرہماں کس سے سُستا کہو یہ آہ و فغاں

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

سر پہ اس کوہ کو اٹھاتا کون گرون اس کے لیے جھکاتا کون
دل کے اندر اسے بٹھاتا کون پڑھ کے یہ روتا اور لانا کون

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

ہم جو اس کو روہ میں آدھکے پیش خیمہ تھے تیرے ماتم کے
ہم ہی مونس ہیں یاں تیرے غم کے لب پہ آتے ساتھ ہر دم کے

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

تم نے تنہا سفر کیا یاں سے پہنچے پڑاں جہاں ہیں سب اپنے
رحم اس پر جو دشمنوں میں پھنسے مشغلہ کچھ نہ ہو بخیر اس کے

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

تیرے طے کی اک تمنا پر زندگانی جو کر رہے تھے لبر
کجیے اب کیا کریں یہ خستہ جگر جینا آج ان کو کیوں نہ ہو دو بھر

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

تو نہ ہو جب جہاں میں بسلوہ فزا نیم جاں کچھ دنوں جیسے بھی تو کیا
اب رہائی کا بھی مزا نہ رہا ہند ہے مالٹا سے آج سوا

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

ہند چلنے سے ہے کسے انکار سر کے بل چلنے کو ہیں ہم تیار
پر سمجھ لے یہ خوب لو غنم خوار نار ہے جب یار ہے بے یار

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

در و فرقت میں تیرے رُوحی فداک دل ہیں غمناک سینے میں صد چاک
ہے زمیں سخت اور دُور افلاک نالہ ہے لور یہ شعر حسرت ناک

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

راپور تجھ سے تھا محیطِ رجال ہوتا تھا ہر طرف سے شدہ حال
اہلِ مصر و قریٰ کا تھا اک حال ہو گیا آج سب خوابِ خیال

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

ایک دم سے ترے بفضلِ خدا تھا وہ اقمِ القریٰ و اقمِ قریٰ
آج ہو کا مکان ہے لے وا گو بجتی پھرتی ہے فقط یہ صدا

زینت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

راہیں صلحاء و سید علماء رونق افزائے حلقہ فقراء

مند آرائے محفل عرفاء شمع و ہاج مجلس غرباء

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

بحر الطاف و ابرجود و سخا رُوح اخلاق و جان صدق و صفا

کوہ تمکین و کانِ حلم و حیا بدر آفتاق و شمس عز و علا

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

چشمہ فضل و معدن احسان کاشف رمز علم القرآن

محل صدق قول و مخزن زمان خیر کرم من تعلم القرآن

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

قابع شرک و بدعت و احکام پاک رو، پاکباز و پاک نہاد

رہر و رہبر و ہاد و نخباد مُشفق و جان نثار اہل و داد

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

صوفی و صافی و صفی آواب فانی و باقی و تقی توآب

خاشع و خاضع و رضی رخاب لم یکن فاحشا ولا منجاب

زنیت وزیر الف ثانی مُرد

شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

آپ کے ضبط و حلم سے ہے بعید
 قیدِ سستی کو سمجھواتنا شدید
 سخت جانی ہے ان کی قابل دید
 قیدِ دُہری اور اُس پہ ہو یہ مزید

زینت وزیر الفِ ثانی مُرد
 شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد
 قیدِ دُہری ہے اور تری لبند
 آپ کو ایک بھی ہوئی نہ پسند
 چل دیے کیسے خُشترم و خورسند
 مستندوں کو چھوڑ کر پابند

زینت وزیر الفِ ثانی مُرد
 شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد
 سب غموں میں تو آگئی سخت
 پر ترے علم میں ٹرہ گئی شدت
 یہی ادغام کی ہے خاصیت
 نوحہ اب یہ ہے، ہو کوئی آفت

زینت وزیر الفِ ثانی مُرد
 شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد
 بارِ اجاب کون اُٹھائے گا
 آنکھوں پر کون انھیں بٹھائے گا
 ہاتھ کون اُن کا اب بٹھائے گا
 فتنوں کو کون اب ہٹائے گا

زینت وزیر الفِ ثانی مُرد
 شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد
 رُوٹھوں کو کون اب منائے گا
 ٹوٹوں کو کون اب ملائے گا
 بگڑوں کو کون اب بنائے گا
 جھگڑوں کو کون اب مٹائے گا

زینت وزیر الفِ ثانی مُرد
 شاہ عبدالرحیم ثانی مُرد

ہمدرد رائے کس سے لوگے کہو! مشوئے کس سے اب کر گے کہو!
 رازِ دل کس سے اب کہو گے کہو! رائے پور بھی کہی چلو گے کہو!

زینت وزیب الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدِ الرحیم ثانی مُرد

ہو مبارک تمہیں باذن اللہ رحمت و فضل و قرب حق یا شاہ

غرُبت و حسرتِ فراق میں آہ ورو اپنا تو ہے یہ شام و پگاہ

زینت وزیب الفِ ثانی مُرد

شاہِ عبدِ الرحیم ثانی مُرد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مرے دل پہ نہیں کیوں آثارِ وحشت آج کیا ہوگا ؟
 یہ کیسی مجلسِ عشم ہے، یہ کس کا تذکرہ ہوگا ؟
 زمیں میں زلزلہ کیوں ہے، فلک پر غلغلہ کیوں ہے ؟
 یہ نَفخِ صُور کیوں ہے؟ کیا ابھی محشر بپا ہوگا ؟
 تمہارے شور و شیون سے کہاں ہوتا ہے یہ مجھ کو
 قیامت سے بھی شاید، حادثہ کوئی بڑا ہوگا
 سنو اے ہمدرد! اک نکتہ باریک سُوجھا ہے
 سمجھ لے گا اُسے جو صاحبِ فہم و ذکا ہوگا
 قیامت کہتے ہیں، قائمِ شَرَارِ الخَلْقِ پر ہوگی
 قیامت سے سوا، پس انتقالِ اولیاء ہوگا
 اگر یہ مانتے ہو، موتِ عالم، موتِ عالم ہے
 تو موتِ مُرشدِ عالم کا بولو نام کیا ہوگا ؟
 سنبھل جانا کہ اب میں نام کی تصریح کرتا ہوں
 کہ سامعِ کاکنایوں سے جگر شق ہو رہا ہوگا
 تواضع اور مُروءۃ گر کوئی شخصِ مجسم ہو
 تو وہ نہ تافتدم عبد الرحیم با صفا ہوگا
 جنھوں نے رانپور میں بیٹھ کر گنگوہہ دیکھا ہے
 انھیں ہی یاد کچھ گنگوہہ کا جغرافیہ ہوگا

وہ دربارِ رشیدی کا نمونہ اب کہاں دیکھیں

کہاں بازارِ ایسا، علم و حکمت کا لگا ہوگا ؟

کہو اے ہم نشینو! کیا خبر تھی ہم غریبوں کو

کہ زیرِ خاک یوں، گنجینہٴ علم و ہدایے ہوگا

جسے تم شیخ کا اپنے مزارِ پاک کہتے ہو

یقین ہے وہ تمناؤں کا میری مقبرہ ہوگا

زمانہ کے اگر ارمان کُشش تیور ہی ہوں گے

تو ڈر یہ ہے کہ اُمیدوں کا ساری خاتمہ ہوگا

چلے ہیں آپ اور مسعود بھی آنے نہ پائے تھے

اسے تو غالباً دل آپ کا بھی جانتا ہوگا

گئے ہو چھوڑ کر مسعود کی اولاد کو کس پر

اگر ہوگا تو ہم کو آپ سے یہ ہی گلا ہوگا

بہت اچھا ہیں تم چھوڑ کر تنہا چلے جاؤ

کہ حامی ہم عنبرِ یوں بکیوں کا بھی خدا ہوگا

تمہیں کیا فکری ہے اس کی کہ درد و کربِ وقت سے

کوئی تو چھینتا، کوئی تڑپتا، لوٹتا ہوگا

بہت بے جان ہوں گے اور بہت سے نیم جان ہونگے

ادھر اک نیم سہل، اک ادھر سہل ٹپا ہوگا

کوئی سکتے میں ہوگا، ششدر و حیرت زدہ ہو کر

کسی کی آنکھ سے اشکوں کا جاری بسلا ہوگا

ادھر خاموشی، سب علم و عمل کی محفلیں ہوں گی
 ادھر ملک ولایت میں، عجب ماتم بپا ہوگا
 یہ سب، پر مصیبت ایک ان سب سے زیادہ ہے
 سناؤں، پر زرا دل کو پکڑنا، تھا منسا ہوگا
 کلیجہ منہ کو آجاتا ہے، جب یہ سوچتا ہوں میں
 کہ کیا کچھ حال تیرا، اے اسیر مانا ہوگا
 انہیں جو تم سے نسبت تھی، اُسے وہ خوب سمجھے گا
 کہ جس نے قیس کا، سر ہاد کا، قصہ سنا ہوگا
 وہ عاشق تھا تمہارا اور تمہارے تذکرہ کا بھی
 کوئی ایسا ترا، شاید ہی شتاق لےتا ہوگا
 تمہارے ذکر سے جس کے بدن میں جان آتی تھی
 تمہاری فنک میں ہی کیا خبر تھی، وہ فنا ہوگا
 زمین والوں کے مجمع میں نہ اُس نے جب تجھے پایا
 فلک پر، اب ملائک کی صفوں میں ڈھونڈتا ہوگا
 وصیت کی بنے کچھ حسرت بھرے الفاظ میں اُس نے
 تمہیں معلوم شاید، یہ نہ ہوگا، یا ہوا ہوگا
 غرض وہ تو جو احق میں پونچھے اور یہاں ہم پر
 کہوں کیا، کیا ہوا، کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگا
 سمجھ لو کس قدر غموم اہل مدرسا ہوں گے
 سمجھ لو کس قدر مختلف نظام مدرسا ہوگا

یہ مانا تم وہاں بھی سابقوں لحد ہو سیکن

بڑا ہی کام ان ٹوٹے دلوں کا جوڑنا ہو گا

خدا را جلد آکر دیکھ لو چشمِ محبت سے

ہمارا بس تمھاری اک نگہ پر فیصلہ ہو گا

ترے الطاف پر قربان سب پیر و جوان ہوں گے

جماعت میں ہر اک خورد و کلاں تم پر فدا ہو گا

اُداسے تم جو دیکھو گے تو ہم نذرِ قصف ہونگے

یہ جاں وقفِ ستم ہوگی، یہ دل مشقِ جفا ہو گا

تاشا لوک دیکھیں گے، نہ ہندوہ آزما میں گے

ترے ناوک کا اور میرے جگر کا سامنا ہو گا

تسم کر کے جس دم تم دہن سے گلغشاں ہو گے

تو طبلِ کاسی دمِ غمخیزِ امید وا ہو گا

بہار آجانے کی پھر عیش کے سماں ہم ہونگے

چلے گا دور ساغ اور تسلسل دور کا ہو گا

وہی مینا، وہی چشم اور وہی جام و سنبو ہونگے

وہی ساتی، وہی سے اور وہی پھر یہ سیکد ہو گا

بدل جائیں گے ایامِ خمس، نفل ہمایوں سے

نصیبِ بوم کا بھی ہم سرِ بخت ہما ہو گا

ادھر تو سب سلوک و جذب کی راہیں کھلی ہوں گی

ادھر تعظیمِ سنت کا بھی تازہ مشفق ہو گا

زمین بند جی اٹھے گی انفاسِ تقدس سے
 تو گویا نفعِ ثانی، صورتِ اسرافیل کا ہو گا
 اگر تفصیل اس سب کی شنو جو ہونے والا ہے
 تو ان اشعار سے حاصل نہیں یہ مدعا ہو گا
 بھلا جذبات کا فوٹو، اتارے کس طرح کوئی
 اتارے گا تو وہ ناقص بھی ہو گا بدشا ہو گا
 لہذا، التجا یہ ہے کہ اب دستِ دعا اٹھیں
 جماعت کے سروں پر بالیقین دستِ خدا ہو گا
 اگر ہم صدق اور حلاص سے اُسکو پکاریں گے
 تو اُدْعُوئی سے جلوہ آسْتَجِبْ کا رونا ہو گا
 خدایا ہم ضعیف اور ناتواں ہیں اور نکمے ہیں
 کبھی شاید ہی کوئی کام ہم سے بن پڑا ہو گا
 سراپا جرم ہیں، تقصیر ہیں بنیان و غفلت ہیں
 گنہ وہ کون سا ہے جو ہمیں ہم سے ہوا ہو گا
 جو زیب تن کیا طلبو کس تقویٰ بھی کبھی ہم نے
 وہ ثوبِ نور ہو گا، مگر ہو گا اور یا ہو گا
 پھر ان سب کا بہانہ تیری رحمت کو بناتے ہیں
 نہیں ایسا کوئی دُزبِ دلاور دوسرا ہو گا
 مگر نام بھی ہیں اور معترف ہیں اور خائف ہیں
 بڑی تشویش ہے، کیا ما جسرا روزِ جزا ہو گا

ترے بندے ہیں اور تیرے نبی کے نام لیا ہیں
 یقین ہے کچھ کرم ہم پر بحق مصطفیٰ ہوگا
 یہی امید ہے جو درمیکشاگم ہوا ہم سے
 دوبارہ آپ کے فصل سے ہم کو عطا ہوگا
 ہمیشہ کے لیے بے نفس قدسی چمن چکا ہم سے

عطا خلد بریں میں اس کو اعلیٰ مرتبہ ہوگا
 سمجھ میں صورت تاریخ یہ بے قصد آئی ہے
 کہ کہہ دوں داخل خلد بریں ہی مادہ ہوگا

۱	۵	۳	۱
۱	۹	۲	
<hr/>			
۱	۳	۳	۶

دلفگار

شہیر احمد عثمانی

۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۶ھ

۱۰ یعنی مولانا محمود (شیخ السنہ)

۱۰ یعنی مولانا مرحوم (حضرت رانیوری)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۱۳۸۱ء (۱۹۶۱) میں راقم اسطور (انفیس لیسینی) خانقاہ شریف رانپور میں حضرت اقدس رانپوری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خانقاہ کے کتب خانہ سے شجرات طریقت کا ایک نادر خطی نسخہ دستیاب ہوا۔ قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى ان وقتنا
الله تعالى بركة طيبة كشيخة طيبة اصلها
تأليف وفتحها في السماء امامنا

میدو احمد اناس محمد امیر بادگان متعلق ہوا خط غفر ذمہ ران
از بین رحیم بہاول دراز فاضل غفور ایزد مثال بعد از مدتی دو سال
تومر بے مثال از ساحل فیاضان بدین حوصل افتاد یعنی سہول
مشائخ قادریہ و نقشبندیہ و چشتیہ طریقت، عزون اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
از دیار حضرت مآد ادا پر مستندہ در ۱۲۹۰ ہجری از دو صد و نو
با رسیدہ ، فواستم ازین نعمت عظمیٰ دیدان نیز مشرف شونہ پس
تبدیر دلین ادا را برستہ در طاک منتظم ختم بقول رب العالمین ما
یکرتہ سمیہ الابرار والادوات و صلوات اللہ علیہ و علیہم الی یوم التقاد

بَعْدَ سَلَامَةِ الْمُبَارَكَةِ السَّارِيَةِ الْكُنْفِيَةِ الْغَفُورِيَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ضعیف یافتیم از مرده و مرشدنا عارف مدقق و ماهر محقق
 معدن اسرار و مخزن انوار مقبول بارگاه حاجی عبدالرحیم شاه
 السمرقندی السهاری اداام الله برکاته حسن الفاسه و او شان
 از حضرت کثیر البرکت قلب الخافقین دوی ایشقین شیخ
 عبد الغفور صاحب صوت سلمه الله الشکر و او شان
 از شیخ محمد شعیب قدس الله سره
 از شیخ حافظ محتر عمر زئی اسفغری قدس الله سره
 و او شان از شیخ محمد صدیق بشوانی قدس الله سره
 و او شان از شیخ جنید پشوری " "
 " " " شاه منور " "
 " " " شاه دوله " "
 " " " سیدالادب قلب ربانی محبوب سبحانی علمت ایشقین
 سید محمد الیرین ابو عمر عبد القادر جیلانی قدس الله سره
 و او شان از شیخ ابوسعید مخزومی قدس الله سره
 و او شان از شیخ ابودکن علی ملائکاری " "

ال آخره

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فین یافت شیخ عبد العفور شرفہ اللہ سفیر اعلیٰ الدیوبہ لہول بقائہ			
از شیخ	مہر شعیب	قدس اللہ سرہ	
و او شان از شیخ	حافظ مہر	قدس اللہ سرہ	
" "	مہر صدیق	" "	
" "	جنید شاہری	" "	
" "	سید معصوم	" "	
" "	حاجی سید	" "	
" "	خیر اللہ	" "	
" "	غیاث الدین	" "	
" "	عبد الرزاق	" "	
" "	سید زین الدین	" "	
" "	سید مستان	" "	
" "	سین	" "	
" "	سید عبدل	" "	
" "	بہادر الدین	" "	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هذه السلسلة العبدية القارية المجدية الموهبة المعتبرة المعتبرة

مستفيدة

شیخ عبدالمعز بن عبدالمعز

از	در شیب	قدس شد مره	"	"
وایشان	حافظ مره	"	"	"
"	در حدیث	"	"	"
"	سومن گندی	"	"	"
"	شهباز پشوری	"	"	"
"	حبیب پشوری	"	"	"
"	سید آدم شریف کهنی بوزن	"	"	"
"	احمد کابلی سرسندی خادوقی محمد درانی مدرس امره	"	"	"
"	شاه سکندر بن عمار	درس امره	"	"
"	شیخ شاه کمال	"	"	"
"	شاه افضل	"	"	"
"	سید شمس الدین آراچان بن جمیل طلی	"	"	"
"	فرید شمس الدین عارف	قدس امره	"	"

در این کتاب از شیخ ابوالفتح اصفهانی
در بیان سیرت ائمه اطهار
علیهم السلام

قدس اشرف	خواجہ ابوالحسن	و ادشان از شیخ
" "	سید لدار حسن ابن ابوالحسن	" "
" "	سید شمس الدین صحرانی	" "
" "	سید عقیل	" "
" "	سید شرف الدین قتال	" "
" "	سید السادات عبد البرزاق	" "
" "	موت اعظم عبد القادر جیلانی قدس سرہ تا آخر	پورا جز

مشائخ زمران اللہ علیہم السلام

دفتر اسلحه المبادی القادریه الکبریة المحمدیة العنقریة

بسم الله الرحمن الرحيم

فاز شیخ عبدالغفور افغان علی رؤسنا الشکور العنقریة دارت

بسیقہ زبانی شیخ مرثعب قدس سرہ

داش زبانی شیخ حافظ عمر " "

" " محمد صدیق " "

" " اخوند مرشد شاہ سدوقی " "

" " محمد نعیم " "

" " مامون یوسف زئی " "

" " بہادر کولائی " "

" " سید آدم بنوری " "

الحمد کابلی " " ال آخر الختم اتمتہ اللہ بعلمہ امین

نسبتہ ادراک استفادہ سے شکر علی ابن عبد القادر رحمان اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ از پرورد

سید السادات سید ابوالعالم قدس سرہ

شیخ عبد اللہ کولائی (کولائی) مطبق بہ حاجی بہادر
(انفوس الصغیرین)

سلسل قادریہ امیریہ منقولہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

از گریہ کار سازا بے نیاز	در جنابت سائل آمد میر باز
از طغین مصطفیٰ احمد رسول	وز طغین مرتضیٰ زدی بتول
از طغین آن حسن بصره امام	در طریقت زو مشرف شد انام
وز حبیب عجمی کان شیخ الشیوخ	دین احمد زو رشده اند رسول
از دُعا داوود طائی مہتدا	وز دُعا مودت کرخی فقہاء
بانہ عبداللہ سری ذی کمال	شد ملقب صدیقی بندہ ذی الجلال
از تصرف اجنبید پوشش مند	مکنش لغو و میگرد پسند
ثانی صدیق شیر ذی الممن	شدلی آن بویک مرد اہل فن
بانہ عبد الوہد آمد نوہون	گو ملقب شد کبھی در جهان
بود الفرح طرطوسی آن پیر جهان	بود کن منکاری آن لقب زمان
از سفارش لوبغید نیک ذات	تابع شویح ہذا نیکو صفات
از سعی پیران پیر خاص و عام	مرشد پیر و بود عالمی مقام

موش اعظم حکم اور سلطانی است
 وز طغین شد منور توشه خرام
 هم ز ملتانی احمد سرور ہی
 در پشاور داشته رختِ رکاب
 احمد ملتان را گرفت دست
 د از طغین حضرت سید جلال
 وز سعی سید جلال با صفا
 سید مشتاق زو گیرد خبر
 عبد رزاق از فیضش شد امام
 کرد خیر الله را حاکم شمار
 هم ز معصوم و جنید نکتہ دار
 درنده او حافظ محمد آمد
 کوشرف شد ز جیلی باوفاق
 وز طغین سیدی عبد الوهاب
 وز طغین حضرت سید عقیل
 وز گدار همون پسر بدر حسن

حاجی عبدالقادر حسینی است
 از طغین شاه دوله نیکنام
 از کرامت شاه عالم دهلوی
 د از جنید آن صہتر عالیجناب
 از محی الدین احمد شاه مست
 هم ز عبید الله دلی و باکمال
 از بہاء الدین مولد و لقیبا
 بانکہ خود یسین نامش مشتر
 بانکہ زین الدین کو در مقام
 کو غیاث الدین عالی اقتدار
 از سعی حاجی امیر سیدان
 بانکہ در بشوارث صدیق آمد
 از طغین سیدی عبد رزاق
 از طغین سرف دی عالیجناب
 از نرم سید بہاء الدین نسبیل
 هم ز سرف الدین صحرانی زمین

هم ز شمس الدین عارف با دستار
 وز فطین و دوی ره حلی
 هم حکیمت شاه اسکندر ولی
 حاجی آثار بدلت از جهان
 که بعد الف ثانی بی ریا
 مشتر بنوری اول مرتبت
 که وجودش شد پشاور سرفراز
 واقع اسرار علم باطنی
 مکلفش بشوانه میدارد عیان
 در عمر زنی خلق را ممنون ساخت
 وز کلاه کو بهادر منزلت
 وز قهره کو نعیم مستقی
 همچو صدیق و قهر باصفا
 در عبادت زندگی کرده تمام
 از سخا و بادشاه و اصلین
 از رضا و مقتدای مومنان

و ز کرم بو فضل آن عالی تبار
 و ز نادر حسن محبوب علی
 با وجود شاه کمال کسبستی
 و ز طعین مقتدای عالمان
 شیخ احمد کابلی اهل صفا
 از طعین مرشدی آدم صفت
 از طعین شاه عالم شاه پیاز
 از طعین شاه مومن نگروی
 از کرم صدیق کمان درویشان
 بانه او حافظ محمد نام درشت
 از طعین مرشدی آدم صفت
 از سعی ماهون یوسف زنی ولی
 و ز مهر شاه سدوی نیک ذات
 با شیب کمان تور دهری خوشگرم
 از سخا و پیر و مرشد کاملین
 از رضا و کدی ره گران

قطبِ عالم، محدثِ برحق در زمان
 نام او شد مشترک بعد العفور
 از عنایتی مُرشد با کمال
 عالم و عامل شهید و ذو خطاب
 بر درش علماء و اتقا سرنگون
 راجح شریع نبی بدعت شکن
 ملکم و صدیق و سابق هم ولی

نام پاکش خوشن بیان عبد الرحیم
 موردش سرسراوه حقا بے گمان
 اتنا فی الدنيا حسنه یا هذا

سیرت ابدال دارد بے گمان
 مسکنش صورت و بنیران پر زور
 رہنمائی سالکان ذو شرف خصال
 کامل و دو آمل بآں اعلیٰ جناب
 مستغنی از دنیا بنفوس و معلوم
 دالی علماء دین ذی المنن
 محرم اسرارِ حق و جلی

بے شبه او زاهد و عابد رحیم
 مسکنش شد سهار زبور عیال
 کن عطا فی الاخرة حسنه مرا

سدا عالیہ نقشبندیہ مجددیہ غفوریہ

الحمد لله على نوابه التي (تودنا امير بازيان حيا) تشرفت بجلعة البيعة و
 الصحة والراحة عن مرشدنا و تودنا وادونا قدوة السالكين
 من المحدثين والكواريين والصدائيقين غرة از باب قرب الافرائق
 نخبة الرعايلين والبايعين راجح السنة قاصح البدعة اهل الجنت

افضل عباد الله حاجي عبد الكريم شاه السراسوي السهارنپوري

افاض الله علينا فيوضه الجول لقاء

داوشان از شاهنبار بلند پرور ازج عدوت سرور سرفراز

بارگاه وادجبروت فاني رمانا و محو لقاء خالق حي و سماء

قطب العالم النوث المكرم الشيخ عبد العفور هموات بونيري

مد الله لعل جده السرمدي

۵ و او شان از قلب الاقطاب و عوشت الاعدوت شیخ کریم الدین

مدر شعیب توردهری مدرس امد سره

مشتعلی (مردان)

عالمی

۵ و او شان از شیخ حافظ مهر علم زئی اشغری مدرس امد سره

مدر صدیق بشرازی

۵ " " " " " " " " " " " "

مدر شاه سدومی (مهران) ^{کفله فذلع}

۵ " " " " " " " " " " " "

مامون یوسف زئی

۵ " " " " " " " " " " " "

بهادر کولالی

۵ " " " " " " " " " " " "

سید آدم بنوری

۵ " " " " " " " " " " " "

۵ الفناخیم کر صدیق یسودنوی از شیخ مومن نگروی

۵ و او شان از شیخ شاپباز مدرس امد سره

۵ " " " " " " " " " " " "

فریدالدین بن یسجو

۵ " " " " " " " " " " " "

سید آدم بنوری

۵ " " " " " " " " " " " "

شیخ میرزا محمد باقر (مدرس امد سره) مدرس امد سره (مدرس امد سره)

۵	و ادشان از شیخ	امام ربانی شیخ احمد حمید العنقاشانی مجلی سرسندی	قدس سره
۵	" " "	عبد الرحمن	قدس سره
۵	" " "	حاجو سلطان	" "
۵	" " "	محمود	" "
۵	" " "	سعید	" "
۵	" " "	امام العبدین حضرت ابوبکر صدیق رضی الله عنه	

کبیر السن

له العیا شیخ احمد سرسندی " از خودم عبد الباقی باقی باقی " قدس سره

و ادشان از خودنا خودم خودجلی صبر اکلنی

و ادشان از بدر خود خودم درویش صبر

" " حال خود مودنا دوزخ حضرت زاهد ولی

" " خودم عبید الله احرار

الآخرة